ملفوظات حافظِ ملت

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی
دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ

ناشر
المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملفوظاتِ حافظِ ملت علیہ الرحمہ

استاذ العلماء جلالۃ العلم علامہ شاہ عبد العزیز قدس سرہ

بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

مرتب

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

استاذ دار العلوم قادریہ چریاکوٹ

زیرِ نگرانی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری مہتمم دار العلوم قادریہ چریاکوٹ

بتعاون

ہمدردِ قوم و ملت جناب الحاج محمد ہاشم عزیزی جمشید پور

ناشر

المجمع الاسلامی محمد آباد گوہنہ، مئو ۲۷۶۴۰۳

سِلسلۂ اشاعت

کِتاب : ———— ملفوظات حافظ مِلّت علیہ الرحمۃ

مرتِب : ———— مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

تقدیم : ———— مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری۔

کِتابت : ———— اسعد الاعظمی مئو، ظفر الاسلام ادروی

تاریخِ اشاعت : ———— ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء۔

تعدادِ اشاعتِ اوّل : ———— ایک ہزار

صفحات : ———— ایک سو چھتیس ۱۳۶

ناشِر : ———— المجمع الاسلامی۔ مبارک پور۔

معاون اشاعت : ———— جناب الحاج محمد ہاشم عزیزی، جمشید پور۔

ہدیہ : ———— دعائے خیر بحق معاون۔

ملنے کے پتے

(۱) المجمع الاسلامی۔ محمد آباد گوہنہ مئو۔ یوپی۔ ۲۷۶۴۰۳۔

(۲) دفتر ماہنامہ اشرفیہ۔ مبارک پور۔ اعظم گڑھ ۲۷۶۴۰۴۔

(۳) بزمِ رضا، دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ ضلع مئو ۲۷۶۱۲۹

انتساب

عزیز ملت

حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ دامت برکاتہم العالیہ

جانشین حافظ ملت

سربراہ اعلیٰ **الجامعة الاشرفیہ** مبارکپور

کے نام

جن کے شعور و آگہی اور فکر و عمل کے سایے میں الجامعۃ الاشرفیہ جیسے مرکز علم و فن کا کارواں شب و روز رواں دواں ہے ۔

العارض
اختر حسین فیضی مصباحی
(مؤلف کتاب)

فہرست ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ

آغازِ سخن ـ ۷
تقدیم ـ ۱۰
حافظ ملت ایک تعارف ـ ۲۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
① معارف علمیّہ	۲۷ تا ۳۷	نماز	۴۳
الٓمٓ	۲۷	نماز میں اسپیکر کا فیصلہ	۴۴
ایمان کی تعریف	۲۸	تقویٰ	۴۵
یوسف وزلیخا	۲۹	بے خوفی	۴۶
افضلیت صدیق اکبر	۳۰	علم	۴۷
نشان سجدہ اور داغ جبیں	۳۱	③ تصنیف وتالیف	۵۱ تا ۵۲
شاھد کا معنیٰ	۳۲	تصنیفی صلاحیت	۵۱
لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ کا مطلب	۳۲	پریس لائن اور علما وعوام کی ذمہ داریاں	۵۱
ضرورۃً سوال سے زیادہ جواب دینا	۳۴	تصنیف وتالیف اور طباعت	۵۲
گرمی کی شدّت جہنم کی تپش سے ہے	۳۵	④ نظریۂ تعلیم	۵۳ تا ۵۶
حلوا اور مٹھائی	۳۶	دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی ہم آہنگی	۵۳
صدقہ اور ہدیہ	۳۶	بنیادی کتابوں کی اہمیت	۵۴
② خطبات	۳۸ تا ۵۰	علم اور عمل	۵۴
طلبۂ جامعہ اشرفیہ سے خطاب	۳۸	حسنِ نیت	۵۵
روانگی حج کے وقت خطاب	۴۳	آموختہ پڑھنے کا طریقہ	۵۶

مضمون	صفحہ
⑤ — مدرسہ	۵۷ تا ۶۴
مدرسہ بنانا	۵۷
مدرسہ اور مسجد	۵۷
مدرسہ اور تعلیم	۵۷
مدرس کا تقرر	۵۸
مدرس ملازم نہیں خادم ہوتا ہے	۵۹
اضافہ تنخواہ	۶۰
اسلامی مدرسوں سے انسیت	۶۱
جنت میں محل کا مستحق	۶۲
قوم کے لئے چندہ	۶۲
اشرفیہ کے لئے چندہ	۶۳
⑥ — شخصیات	۶۵ تا ۷۵
مولانا عبدالحق خیرآبادی	۶۵
مولانا سلامت اللہ رام پوری	۶۸
اشرفی میاں	۷۰
صدر الشریعہ	۷۲
⑦ — اصلاحیات	۷۶ تا ۷۷
نمونۂ عمل	۷۶
سترِ عورت	۷۶
مسلمان کی کامیابی کا راز	۷۷
⑧ — پند و نصائح	۷۸ تا ۸۲
نماز میں خشوع خضوع کیونکر پیدا ہو	۷۸
دعائے قنوت کا تقاضا	۷۸
اخلاق اور استقلال کی برکت	۷۹
اصابتِ رائے	۸۰
کام نہ کہ نام	۸۱
آخرت کی پہلی منزل	۸۱
معمولات پر ہمیشگی برتو	۸۲
⑨ — سیاست	۸۳ تا ۸۵
سیاست وطن	۸۳
انسداد فساد	۸۴
سیاست عہد حافظ ملت میں	۸۴
مسلم پرسنل لا کا تحفظ کیسے؟	۸۵
⑩ — نکتہ آفرینی	۸۶ تا ۹۰
طریقۂ اصلاح	۸۶
عالِم اور عالَم	۸۶
کتابچہ یا کُتّا بچہ	۸۷
اقوال زرّیں	۸۷
ظرافت طبع	۹۰
⑪ — متفرقات	۹۱ تا ۹۸
اذان ثانی	۹۱
حفظ الایمان کی صفائی کا جواب	۹۵
جاہلانہ طلسم خطابات اور حافظ ملت	۹۶
اعدائے دین کے مقابلے میں تکبر جائز ہے	۹۷

مضمون	
موت کیا ہے؟	۹۸
(۱۲) حیات	۹۹ تا ۱۳۴
ولادت اور تعلیمی نشو ونما	۹۹
بچپن	۱۰۱
والدین کریمین	۱۰۲
گھریلو زندگی	۱۰۴
ازدواجی زندگی	۱۰۵
حافظ ملت اور ملازمت	۱۰۶
تدریس	۱۰۷
مبارکپور میں آمد	۱۰۷
مبارکپور میں مناظرہ	۱۰۷
سب سے قیمتی لمحہ	۱۰۸
اساتذۂ حافظ ملت	۱۰۹
استاذ کی اتباع	۱۰۹
بیعت اور خلافت واجازت	۱۰۹
علم اور عمل	۱۱۰
زہد اور تقویٰ	۱۱۰
بڑھاپے میں دیہات کا سفر	۱۱۰
آنکھ کا آپریشن اور دلائل الخیرات	۱۱۱
میری سب سے بڑی تمنا	۱۱۲
توکل اور استغنا	۱۱۳

مضمون	
نماز تہجد	۱۱۳
نماز نصف شعبان	۱۱۴
اتباع سنت	۱۱۵
میں پیشہ ور پیر نہیں۔	۱۱۵
حج وزیارت بغیر فوٹو	۱۱۶
روانگی حج کے وقت مبارکپور والوں سے خطاب	۱۲۷
خاکِ در رسول کا سرمہ	۱۲۸
جانشین کا انتخاب	۱۲۹
عربی یونیورسٹی کا تصور	۱۲۹
اہل مبارکپور کی قربانیاں	۱۳۰
اشرفیہ کا مقصد	۱۳۰
عربی ادب کی تحصیل	۱۳۰
کام کا جذبہ	۱۳۱
اضطراب	۱۳۲
اشرفیہ کی حفاظت وخدمت	۱۳۲
اشرفیہ کی سربراہی	۱۳۳
اشرفیہ کی مخالفت	۱۳۳
اشرفیہ کا اشتہار	۱۳۳
اشرفیہ اور قلمی شعور	۱۳۴

آغازِ سخن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم !

حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ان عظیم المرتبت علماء میں سے تھے۔ جن کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی روشنی نے پورے برصغیر کو منور کیا ـــ آپ کی صحبت سے فیض یافتہ افراد آسمان علم وفن کے ماہ ونجوم بن کر چمکے اور چمک رہے ہیں۔ بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان میں دین حنیف کے قائدین کی اکثریت بلا واسطہ یا بالواسطہ آپ ہی سے منسلک ہے، حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ جہاں درس گاہ میں شائقین علوم نبوت کو علم وعرفان کے جام پلاتے وہیں عام جلسوں اور خاص مجلسوں میں آپ کی تقاریر اور پند ونصائح رشد وہدایت کا کام دیتے، ایسی اولوالعزم اور ہمہ جہت شخصیت کے ہر قول وفعل کو لکھ کر محفوظ کر لینا ان کے تلامذہ اور معتقدین کا کام تھا، افسوس کہ یہ کام باضابطہ نہ ہو سکا، ہاں جزوی طور پر کچھ لوگوں نے آپ کے وصال کے بعد چند مضامین لکھے جو آپ کی عظیم شخصیت کے خد وخال پیش کرتے ہیں۔

بزرگوں کے ملفوظات جمع کرنے کا دستور پہلے سے چلا آرہا ہے معتقدین اور متوسلین حیات ہی میں ملفوظات لکھنے کا اہتمام کرتے اور اسے کتابی شکل میں عوام کے سامنے پیش کرتے جو وعظ ونصیحت کا ایک زبردست ذریعہ ہوتے۔

افسوس کہ حافظ ملت کے ملفوظات کما حقہٗ جمع نہ ہو سکے اسی کے پیش نظر ناچیز نے آپ کے ارشادات اور ملفوظات جمع کرنے کی ایک حقیر جسارت کی ہے۔

یہ ملفوظات زیادہ تر ماہنامہ اشرفیہ کے حافظ ملت نمبر سے لیئے گئے ہیں اس کے علاوہ اور دوسرے مطبوعہ مضامین سے بھی مدد لی گئی ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی مہتمم دار العلوم قادریہ چریا کوٹ کی رہنمائی نے کافی سہارا دیا اور ملفوظات پر مشتمل ایک یادداشت کاپی عنایت فرمائی اور کہا کہ اس میں جو آپ کے مطلب کی چیزیں ہوں لے لیں، اس کے علاوہ کچھ زبانی طور پر بھی بتایا۔ مواد کی فراہمی کے بعد جب آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے پوری کتاب پر نظر اصلاح ڈالی اور مضامین پڑھ کر عنوانات کی تعیین بھی کی۔ مزید ایک طویل تقدیم لکھ کر کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیا۔

خدا کا شکر ہے کہ آج بھی بزرگوں سے عقیدت رکھنے والے خدا کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کے افعال و کردار اور اقوال و معمولات کے دلدادہ ہیں مجھے امید ہے کہ ایسے حضرات کے لیئے اس کتاب میں انشاء اللہ تسکین قلب کا سامان ضرور ملے گا۔

کتاب لکھنے کے بعد ایک اہم مسئلہ اشاعت کا ہوتا ہے الحمد للہ مولانا نعمانی صاحب اور مولانا منظور احمد مصباحی استاذ دار العلوم قادریہ چریا کوٹ کی کوششوں سے ایک صاحب خیر حضور حافظ ملت کے مرید خاص جناب الحاج محمد ہاشم عزیزی (جمشید پور) مل گئے جنہوں نے بطیب خاطر اس کے اخراجات کو برداشت کر کے حافظ ملت علیہ الرحمہ سے اپنی سچی عقیدت کا ثبوت پیش کیا۔ دوسری طرف مرتب کی حوصلہ افزائی بھی کی جس کی وجہ سے اس گراں قدر کتاب کی اشاعت کا مرحلہ آسان ہو گیا۔ اللہ تعالے انھیں جزائے خیر دے اور ترقیوں سے ہمکنار فرمائے۔

مولانا لئیق احمد برکاتی استاذ دار العلوم قادریہ نے کتابت کے سلسلے میں گرانقدر خدمات پیش کر کے اپنے خلوص کا ثبوت دیا۔ کتابت کی تصحیح میں عزیزم جمال احمد، عبد الجلیل اور سلیم الدین سلمہم میرے دست و پا بنے رہے، اللہ تعالے

ان عزیزان گرامی کو اپنی خاص رحمت سے نوازے اور طلب علوم میں کوشاں رہنے کی توفیق بخشے ۔

اس مجموعۂ ملفوظات کے آخر میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات سے متعلق بھی ایک باب ہے جو حضرت ہی کی زبان مبارک سے نکلے کلمات و بیانات پر مشتمل ہے جسے آپ بیتی بھی کہہ سکتے ہیں اور خود نوشت سوانح بھی جو صاحب ملفوظات کی حیات پر ایک مستند ترین ذخیرہ اور خاصے کی چیز ہے ۔

اس کتاب میں میرا اپنا کوئی کارنامہ نہیں ، مضامین جہاں سے لئے گئے ہیں ان کا باضابطہ حوالہ موجود ہے ہاں نقل میں اگر کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں تو یہ ناچیز کے کھاتے میں جائیں گی ، صاحب ملفوظ کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا ۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ اغلاط کی نشاندہی فرما کر علمی تعاون فرمائیں ۔

اختر حسین فیضی مصباحی
دار العلوم قادریہ چریاکوٹ مئو ۔

جہاناگنج اعظم گڑھ
یکشنبہ ۶ ربیع الآخر ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۹۴ء ۔

مُقدّمہ

حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم !

استاذ العلماء ، جلالۃ العلم ، حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (متوفی یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ جون ۱۹۷۶ء) چودہویں صدی ہجری کی اس عظیم شخصیت کا نام ہے ۔ جن کی زندگی لمحہ لمحہ دین و شریعت کی تبلیغ واشاعت اور مسلک اہل سنت و جماعت کی حفاظت وصیانت کے لئے وقف تھی ۔ جنہوں نے اپنی زندگی کو اطاعت خداوندی واتباع سنتِ نبوی کے سانچے میں ایسا ڈھال لیا تھا کہ آپ کو دیکھ کر سنت و شریعت پر عمل کرنے کا جذبہ دلوں میں موجزن ہو جاتا تھا ۔ ایک طرف آپ علم وفضل میں یکتا تھے تو دوسری طرف عمل وتقویٰ میں کامل ، دین کی سربلندی کے لئے سعی پیہم ، مخلوق خدا کی خدمت دوست و دشمن کے لئے حلم و بُردباری آپ کے خاص اوصاف تھے ۔ اوقات کو بلاوجہ ضائع کرنا آپ گناہ سمجھتے تھے ۔ کسی نے آپ کو کبھی بے کار نہ دیکھا ہوگا ۔ حتیٰ کہ سفر میں بھی آپ ذکر الٰہی و تلاوت کلام ربانی میں رطب اللسان نظر آتے تھے ۔ ٹرین میں سفر کر رہے ہوں یا بس میں ۔ یا پیدل ہر وقت آپ کے لبہائے مبارک جنبش میں رہا کرتے تھے ۔ آپ کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی تھی کہ کٹر سے کٹر مخالف اور جانی دشمن تک کو برے لفظ سے یاد نہیں کرتے بلکہ اس کے لئے اصلاح کی دعا فرماتے ، اسے غلط فہمی کا شکار بتاتے یا خاموش رہتے ۔ البتہ دشمنان خدا ورسول کے لئے شمشیر برہنہ تھے ان کے ساتھ کسی قسم کی مداھنت کو روا نہیں رکھتے ۔

حضور حافظ ملت نے متعدد بار فرمایا۔ "میں نے حضرت صدر الشریعہ سے علم بھی سیکھا اور عمل بھی۔ آج کل لوگ صرف علم سیکھتے ہیں"۔ اسی عمل اور اخلاص کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ معاصرین میں بلاشبہ فائق و ممتاز گردانے گئے۔

حضور حافظ ملت اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اور مختلف النوع خصوصیات کے حامل، آپ ایسے عظیم شیخ الحدیث تھے کہ آپ کے دور میں سب سے زیادہ طلبہ آپ کے ہی درس دورۂ حدیث میں ہوا کرتے۔ افسوس کہ آپ کی تقریرات درسی جمع نہ ہو سکیں۔ ورنہ ایک قیمتی علمی سرمایہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتا۔ میں نے اپنے دورۂ حدیث کے سال (سنہ ۸۸-۸۹ء۱۳ھ میں) بخاری شریف کے درس کی خاص خاص تقریروں کو قلمبند کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ مگر دو کاپیوں پر لکھی ہوئی یہ تقریریں سرقہ کا شکار ہو کر ضائع ہو گئیں۔ پھر دل ٹوٹ جانے کی وجہ مزید تقریریں نہ لکھ سکا۔ کاش حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے درسی افادات قلم بند ہو جاتے تو ایک عظیم علمی سرمایہ محفوظ ہو جاتا۔ مگر افسوس کہ اس کی طرف توجہ نہ دی جا سکی۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ بہترین شیخ الحدیث تھے۔ پوری بخاری شریف (مکمل دونوں جلدیں) دورہ حدیث میں ترجمہ و تشریح کے ساتھ ختم کراتے تھے۔ آج اس پر غور کیا جاتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ اہم کام کیسے حضرت انجام دیتے تھے۔ جبکہ تقریری پروگرامات کا سلسلہ بھی اچھا خاصہ لگا رہتا تھا۔ ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ رجب کے آخر ہی میں بخاری شریف کی دونوں جلدیں ہم لوگوں نے ختم کر لی تھیں۔ اس دور میں ہمارے کل رفقائے درس ایک کم چالیس تھے۔ بخاری شریف کی قرارت، حافظ ملت کے سامنے آسان نہ تھی۔ بہت غور سے حضرت اعرابی کیفیات پر توجہ فرماتے تھے۔ غلط عبارت پڑھ کر نکل جانا حضرت کے سامنے آسان نہ تھا۔ حتیٰ کہ حروف کی ادائیگی حسب قواعد تجوید (ضروری حد تک)

پر بھی توجہ دیتے اور غلط پڑھنے پر سخت تنبیہ کرتے تھے۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے درس میں جو برکت تھی وہ اب محسوس ہو رہی ہے۔ اس کے اسباب میری نظر میں دو تھے۔ ایک تو حافظ ملت کا اخلاص اور روحانیت دوسرے اوقات کے تحفظ کا کامل اہتمام ایسا نہیں تھا کہ حضور حافظ ملت صرف بہترین شیخ الحدیث تھے۔ بلکہ تمام درسیات پر آپ کو یکساں قدرت تھی۔ تفسیر و فقہ اصول اور معقولات کی کتابیں بھی آپ اس انداز سے پڑھاتے کہ طلبہ پورے طور پر مطمئن ہو جاتے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کوئی پیشہ ور مقرر نہ تھے مگر خطیبانہ جوہر اور عالمانہ وقار سے بھرپور تقریر فرماتے تھے اور ملک کے گوشے گوشے سے بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں مدعو کئے جاتے تھے۔ ہر بڑی کانفرنس میں آپ کی شرکت لازمی تصور کی جاتی۔ انکسار و تواضع اور خدمت دین و اشاعت حق کا ایسا جذبۂ صادقہ پایا تھا کہ بایں ہمہ کمال و خوبی چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھی محافل میلاد شریف کے لئے مدعو کئے جاتے تو بلا تکلف منظور فرماتے۔ اور کبھی کبھی طویل مسافت پیدل چل کر بھی طے کرنی پڑتی تو اسے گوارہ کرتے اور جہاں نذرانے کے طور پر جو کچھ ملتا اسے لے لیتے۔ کبھی کرایہ سے بھی کم رقم پیش کی جاتی اور کبھی کچھ نہیں ملتا۔ جب بھی اشاعت حق کی راہ میں قوم کی بے اعتنائیاں اور بعض پیشہ ور جلسہ کرانے والے ارکان کی زیادتیاں ان کے قدم کو ڈگمگا نہ سکیں۔ بالجملہ اخلاص فی الدین کا ایسا جوہر کامل اور استقامت کا ایسا کوہ گراں ڈھونڈنے سے ملنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بہت سے تلامذہ میں بھی آپ کی ان خصوصیات کا عکس نظر آتا ہے۔ بے نیازی اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ کھانے میں اور سواری کے سلسلہ میں کبھی کوئی پسند اور خواہش کا اظہار نہیں فرماتے جو ملتا کھا لیتے اور جس سواری پر سوار کرایا جاتا بلا تکلف سوار ہو جاتے کبھی میلوں سائیکل پر بیٹھ کر بھی سفر کرنا پڑتا تو اس کو

بھی بہ طیب خاطر گوارہ کرتے، چاہے خود کو زحمت ہی کیوں نہ اٹھانی پڑتی البتہ جلسہ یا کوئی پروگرام ہوتا تو بعد اختتام جلد واپسی کی کوشش کرتے اور اس سلسلہ میں داعی حضرات کی بہت ساری خواہشات کو بھی نظر انداز کر جاتے تاکہ دوسرے پروگرام میں فرق نہ آئے، اور تدریسی خدمات میں بھی نقصان کو کم سے کم کیا جا سکے۔ غرضیکہ مقررین و خطباء اور مبلغین و علماء کے لئے اس حیثیت سے بھی آپکی زندگی بہترین نمونہ تھی۔

آپ باضابطہ کسی خانقاہی نظام سے وابستہ نہ تھے۔ نہ خود کوئی خانقاہ بنائی بلکہ آج کی بگڑی ہوئی خانقاہوں اور پیشہ ور سجادہ نشینوں کو اور ان سے ہونے والے دینی نقصانات کو دیکھ کر نہایت درجہ کڑھتے اور رنجیدہ ہوتے۔ اور ایسی خانقاہوں کو فرماتے کہ یہ خانقاہ نہیں خواہ مخواہ ہیں۔ لیکن آپ نے اسلاف کے کارناموں اور ان کے تربیتی نظام کو اپنی نگاہوں میں رکھ کر قوم کی وہ روحانی تعلیم و تربیت کی کہ بڑی بڑی خانقاہوں اور بڑے بڑے سجادہ نشینوں کے مقابلے میں آپکے کارنامے بدرجہا بھاری ہیں۔ آپنے پیری مریدی کو کبھی پیشہ نہیں بنایا اور نہ ہی مریدین کی جیبوں پر کبھی نظر ڈالی۔ جس نے بھی روحانی تربیت کے لئے رجوع کیا آپ نے اس کی بھرپور رہنمائی فرمائی۔

حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے جہاں علوم ظاہری کو فروغ دیا ہے، علوم باطنی کے جام بھی پلائے ہیں۔ آپ اکثر یہ شعر ارشاد فرماتے ؎

تیرے میکدے میں کمی ہے کیا جو کمی ہے ذوق طلب میں ہے
جو ہوں پینے والے تو آج بھی وہی بادہ ہے وہی جام ہے

جو جیسا ذوق لے کر گیا اس کو ویسی ہی توجہ سے نوازا۔ حضور حافظ ملت کا مقام عرفان ہم تہی دامن کیا جانیں۔ آپ کی رفعت شان دیکھنی ہو تو عارف باللہ قطب عالم غوث زمن سرکار مفتی اعظم رضی المولیٰ عنہ کی آنکھوں سے دیکھا جائے، پہلی بار جب سرکار مفتی اعظم کی زیارت کا ناچیز کو شرف ۱۳۸۸ھ یا ۸۹ھ میں اس وقت حاصل ہوا جب آپ

دارالعلوم اشرفیہ تشریف لائے، وہ ہم لوگوں کی طالب علمی کا دور تھا، سرکار مفتی اعظم حافظ ملت کی درسگاہ میں قیام فرما تھے۔ اتنے میں حضور حافظ ملت مفتی اعظم سے ملنے تشریف لائے، سرکار مفتی اعظم دور ہی سے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا حال یہ تھا کہ نہایت نیازمندانہ انداز میں تیزی سے آئے اور جھک کر قدم بوس ہو گئے باوجودیکہ سرکار مفتی اعظم منع کرتے رہے اور ہاتھ سے بھی روکتے رہے مگر حافظ ملت علیہ الرحمہ قدم بوسی میں کامیاب ہو گئے۔ وہ عجیب روحانی اور پرکیف منظر تھا۔ ایک طرف حافظ ملت کا ادب دوسری طرف مفتی اعظم کا اعزاز اور ہر ایک اپنے اپنے مقصد کی بجا آوری میں بھرپور کوشاں۔ اس واقعہ سے ہم لوگوں کے دلوں میں سرکار مفتی اعظم کی جو عظمت بیٹھی وہ شاید لمبے چوڑے تعریفی جملوں سے بھی نہ بیٹھتی، دوسری طرف شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم نے حضور حافظ ملت کا جو اعزاز فرمایا اس سے آپ کی عظمت جو ہمارے دلوں میں تھی وہ دوبالا ہو گی اور آپ کی جلالت و فضل کا جو سکہ ہمارے دلوں پر بیٹھا تھا اس کا نقش اور گہرا ہو گیا۔ یہیں سے حضور حافظ ملت کے روحانی مقام اور عرفانی بلندی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

حضور حافظ ملت نے اپنی سادگی اور نہایت اخلاص کی وجہ سے نہ تو اپنی درسی تقریروں کو نوٹ کرانے کا اہتمام کیا نہ ہی دیگر ارشادات و ملفوظات سے متعلق کوئی انتظام کیا، آپ کے تلامذہ و مریدین میں سے بھی کسی نے اس پر توجہ نہ دی۔ اگر آپ کے ارشادات و ملفوظات کو قلم بند کیا جاتا تو قیمتی ارشادات پر مشتمل ضخیم دفتر تیار ہو جاتے۔

ان حالات میں ملفوظات حافظ ملت پر قلم اٹھانا ایک بڑا جرأت مندانہ اقدام ہے۔ میرے عزیز فاضل نوجوان مولانا اختر حسین فیضی مصباحی نے اس راہ میں قدم رکھ کر یقیناً ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ نے براہ راست حضور حافظ ملت سے کچھ سنا نہیں مگر سننے والوں سے رابطہ قائم کر کے ان کے مضامین کا مطالعہ کر کے،

اور خود حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی تحریروں سے اخذ کر کے قیمتی ملفوظات کا ایک حسین گلدستہ تیار کر دیا ہے جس کی مہک سے عقیدت مندان حافظ ملت کے مشام جاں انشاء اللہ ضرور معطر ہوں گے۔ یہ ملفوظات کسی خاص طبقے کے لئے مخصوص نہیں، بلکہ تمام ہی افراد کے لئے یکساں مفید و کارآمد، معلومات افزا اور عبرت آموز ہیں، علماء، طلبہ اور مبلغین و خطباء کے لئے بھی اس میں رہنما اصول ہیں۔ صوفیہ و پیران طریقت کے لئے بھی درس موعظت اور عام مسلمانوں کے لئے بھی سببِ ہدایت و نصیحت۔

مؤلف نے جو بات جہاں سے لی ہے اس کا مکمل حوالہ دے دیا ہے میری یادداشت کی کاپی سے بھی بہت کچھ لیا ہے۔ میں نے بعض اوقات حضرت سے سنی ہوئی باتیں نوٹ کر لی تھیں، جبکہ میرا درس کے علاوہ حضرت کا ساتھ شاید و باید ہوا کرتا تھا۔ فراغت کے بعد کی بعض ملاقات کے اقوال بھی حسب یاد نقل کر لئے تھے۔ غالباً حضرت کے یکجا اقوال میرے پاس جس قدر منضبط ہیں کہیں اور نہ ملیں کاش وہ افراد جو حضرت حافظ ملت سے زیادہ قرب رکھتے تھے وہ اس کی طرف متوجہ ہوں تو بہت سے اقوال و ملفوظات مزید ضبط تحریر میں لائے جا سکتے ہیں۔

کتاب مکمل ہو چکنے کے بعد ایک کاپی میں مزید کچھ ملفوظات لکھے ہوئے نظر سے گزرے جنھیں اصل کتاب میں شامل نہ کیا جا سکا تھا انھیں یہاں نقل کیا جا رہا ہے اور اسی پر میری تقدیم تمام ہو رہی ہے۔

بعض ملفوظات حافظ ملت

صدر الشریعہ کامیاب اشخاص کی تقلید کرنے سے آدمی کامیاب ہوتا ہے میں نے حضرت صدر الشریعہ (علیہ الرحمہ) کی پیروی کی کامیاب ہوا۔ میں نے ان کو سب سے زیادہ کامیاب مدرس پایا توان کے طریقے کو اپنایا۔ وہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے صحیح جانشین اور فرزند تھے اگرچہ وہ حقیقی فرزند نہ تھے مگر ان کے صحیح جانشین اور وارث وہی تھے۔

امتحانی نوٹ

ایک مرتبہ امتحاناتِ بورڈ کے نوٹ پر (جسے طلبہ لکھ کر اور یاد کر کے امتحان کی تیاری کرتے ہیں) تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"نوٹ کا کیا اعتبار چل گیا تو سو روپے کا ورنہ دو پیسے کا بھی نہیں"

یعنی آدمی کو اپنے اندر استعداد علمی پیدا کرنی چاہیئے نوٹ کی کاپی پر بھروسہ کرنا ٹھیک نہیں کبھی نوٹ میں غلط باتیں بھی درج ہو جاتی ہیں اور طلبہ کم استعدادی کی وجہ سے اسے جوں کا توں یاد کر لیتے ہیں اور اسی غلطی کی وجہ سے فیل ہو جاتے ہیں یوں ہی نوٹ کو محض امتحان گاہ کی نقل کے لئے بھی بعض طلبہ محفوظ رکھتے ہیں۔ اور نقل کا معاملہ تو معلوم ہے کہ موقع ملا تو کام چلا ورنہ ورق سادہ رہا اور کبھی نقل کرتے پکڑے گئے تو حشر الٹا ہوا۔

قرآن پڑھنے کا ذوق

ایک مرتبہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کہیں سے تشریف لا رہے تھے مبارک پور کے ڈاکخانہ سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ۔ لوگ بھیڑ لگائے مضطربانہ کھڑے ہوئے ہیں انھیں دیکھ کر حضرت نے ارشاد فرمایا۔

"ان لوگوں کو اپنے خطوط اور اپنے دوستوں کے پیغام پڑھنے کا جتنا شوق ہے کاش اتنا ہی ذوق و شوق قرآن پڑھنے میں ہو جاتا"

(بروایت حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری)

بیڑی سگریٹ

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ بیڑی سگریٹ، حقہ، تمبا کو وغیرہ سے ہمیشہ پرہیز کرتے رہے۔ اگر کسی طالب علم کے بارے میں معلوم ہوتا کہ سگریٹ وغیرہ پیتا ہے تو فرماتے۔

"لوگ پیسے میں آگ لگاتے ہیں اور اس کے دھوئیں سے لطف اٹھاتے ہیں۔ میاں! ماں باپ پیسے اس لئے نہیں دیتے کہ فضول کاموں میں خرچ کئے جائیں"

نماز اور قبلہ

نماز حضورِ قلب کے ساتھ پڑھی جائے۔ نماز کے وقت اعضائے بدن کا قبلہ کعبۂ معظمہ ہوتا ہے اگر اعضاء اس کی

طرف نہ ہوں تو نماز ہی درست نہیں ہوتی ۔ اسی طرح دل کا کعبہ ذات خداوند قدوس ہے اگر دل اپنے قبلہ سے پھر جائے تو یہ نماز کیسے درست ہوگی ۔ ؟

مخالفتِ نفس

"مخالفتِ نفس تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے"۔ کیوں کہ بغیر مخالفتِ نفس اولاً آدمی عبادت کے لئے تیار نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی گیا تو اس میں اخلاص و خشوع نہیں پیدا ہوتا ۔

دین کی سلامتی

بدن کی سلامتی قلتِ طعام میں اور روح کی سلامتی ترکِ گناہ میں اور دین کی سلامتی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے ۔

عیب جوئی

اگر تمہارا عیب کوئی ظاہر کرے تو دیکھو کہ وہ عیب تم میں پایا جاتا ہے یا نہیں اگر پایا جاتا ہے تو اس سے باز آؤ۔ اور عیب ظاہر کرنے والے سے کہو کہ تم نے مجھ پر کرم کیا کہ میرا عیب مجھ کو بتا دیا ۔ اور اگر یہ عیب تم میں نہیں تو خداوند کریم سے دعا کرو کہ اس عیب ظاہر کرنے والے کو عیب جوئی سے بچائے اور مجھ کو بد کلامی سے محفوظ رکھے"۔

یعنی ایسا نہ ہو کہ اس کے جواب میں بد کلامی سے پیش آیا جائے ۔ یا اس سے جھگڑا کیا جائے ۔ بلکہ معاملہ صبر اور اس عیب جوئی کرنے والے کے حق میں دعا پر موقوف رکھا جائے ۔ اور یہ کام بڑی عزیمت والے کا ہے ورنہ ایسے موقع پر بڑے بڑے صبر کا دامن چھوڑ بیٹھتے ہیں ۔

بزرگوں کی محفل

"بزرگوں کی محفل سے اٹھنا خلاف ادب ہے"۔
یعنی بزرگوں کی محفل میں باادب بیٹھے، اور ان کی باتیں سنتا رہے اور اگر کسی ضرورت سے جانا ہو تو اجازت لے کر جائے ، یوں ہی بزرگوں کی محفل میں بار بار آنا جانا، اٹھنا ، بیٹھنا خلافِ ادب ہے ۔

دین کے لئے سفر

آخری ایام میں ایک بار بیماری سے اٹھے اور سفر پر نکل گئے واپسی پر لوگوں نے چہرے میں بشاشت دیکھی تو اس کا ذکر کیا۔ اس پر فرمایا۔

" دین کے لئے جب میں سفر کرتا ہوں تو مجھے راحت ملتی ہے۔"

علم اور عمل

ہم سے لوگوں نے علم پڑھا عمل نہیں پڑھا (جیسا کہ چاہیئے) ہمارے شاگردوں میں مدرس، مفسر، خطیب، مفتی، مقرر، مفکر، مصنف، مناظر سبھی ہیں مگر عبدالعزیز کوئی نہیں ہوا، ہم نے صدرالشریعہ سے علم پڑھا تو عمل بھی پڑھا، چلنا بھی پڑھا، دیکھنا بھی پڑھا، کھانا پینا بھی پڑھا غرضکہ ان کی ہر ادا کو اپنایا۔

کردار کی بلندی

" ہر اس بات سے یک لخت اجتناب (پرہیز) ہونا چاہیئے جس سے ایک انسان کے دل میں کسی طرح کی اخلاقی و کرداری گراوٹ کا شائبہ بھی گزرے،"

یہ اس حدیث کی ترجمانی ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ، تہمت کی جگہوں سے بھی پرہیز کرو۔

تہجد

قوتِ جسمانی کے لئے ورزش اور قوت روحانی کیلئے تہجد ضروری ہے۔

صحت

کام دنیا کا ہو یا دین کا صحت پر موقوف ہے۔

خدمتِ دین

میری تمنا ہے کہ آخری سانس تک خدمتِ دین کرتا رہوں۔

مال و دولت

مال و دولت یقیناً خدا کا فضل ہے مگر اس سے بڑا فضل یہ ہے کہ اس کے ساتھ صحیح راستے میں خرچ کرنے کا جذبہ بھی ملے۔

عزیز الخلائق

عزیزالخلائق (لوگوں میں عزیز) ہونے کیلئے کسبِ کمال ضروری ہے۔

آرام طلبی

آرام طلبی تخریب زندگی ہے (ضرورت سے زیادہ آرام کرنا زندگی کو برباد کرنا ہے)

اعلیٰ حضرت

علامہ شامی کے بعد اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ جیسا دوسرا فقیہ نہیں پیدا ہوا۔

محدث اعظم پاکستان

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ جو حافظ ملت کے ہمدرس تھے اور انھیں دونوں ساتھیوں کے بارے میں حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا۔ میری ساری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے آپ کی مبارک پور آمد پر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے تعارف کراتے ہوئے۔ فرمایا کہ عِدْلُ العِلْم ہیں (اس کے راوی جناب عبد الخالق مرحوم مبارک پوری محصل اشرفیہ ہیں۔)

سرکار حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اور بھی کچھ ارشادات محفوظ ہیں انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کسی مضمون میں ان کو شامل کرنے کی کوشش کروں گا۔ چونکہ تقدیم طویل ہو گئی اس لئے انھیں پر اکتفا کرتا ہوں۔

عقیدت مندوں اور عام مسلمان بھائیوں سے گزارش ہے کہ ان جواہر سے زیادہ قیمتی، دین و دنیا کو سنوارنے نکھارنے والے ارشادات طیبات کو بغور پڑھیں دوسروں کو پڑھ کر سنائیں اور سبق لینے کی کوشش کریں۔ مولائے قدیر و غافر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے فیوضِ روحانی سے ہمارے دامنوں کو مالا مال کرے ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی قیمتی نصیحتوں سے استفادہ کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد عبد المبین نعمانی قادری مصباحی

جمعہ ۱۸ ؍ صفر ۱۴۱۵ھ

حافظ ملت — ایک تعارف

برّصغیر ہند وپاک روئے زمین کا وہ مردم خیز خطہ ہے جس کی گود میں پیدا ہونے والے عظیم دانشوروں کے افکار و خیالات نے شکستہ انسانیت کو ایک نئی زندگی بخشی، جو اپنی عمدہ قیادت اور آفاقی فکر سے لوگوں کے اذہان کو جلا، اور ایمانی قوت کو تازگی بخشتے رہے۔ انہیں عظیم دانشوروں میں حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز مرادآبادی تلمیذ رشید حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ درج ذیل سطور میں اسی عظیم المرتبت اور فیضان بخش شخصیت کا ذکر جمیل ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۴ھ میں ضلع مرادآباد کے ایک قصبہ بھوجپور میں بروز دوشنبہ صبح کے وقت ایک دیندار گھرانے میں ہوئی — والد ماجد حافظ غلام نور ابن ملا عبدالرحیم قدس سرہما ایک باخدا درویش، متبع سنّت اور صوم وصلوٰۃ کے سخت پابند تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد صاحب اور وطن عزیز بھوجپور کے ایک اسکول میں حاصل کی — اور حفظ قرآن بھی والد ماجد کی نگرانی میں مکمل کیا — فارسی وعربی کی ابتدائی تعلیم جناب مولوی عبدالمجید صاحب بھوجپوری سے حاصل کرنے کے بعد جامعہ نعیمیہ

مرادآباد میں داخل ہوگئے۔ وہاں تین سال تک قیام رہا۔ اس تین سال کے عرصہ میں شرح جامی اور قطبی تک پہونچ سکے۔ علم کی تشنگی شدت اختیار کرچکی تھی۔ اور یہاں چشمۂ علم سے اطمینان بخش طور پر سیری نہیں ہو پارہی تھی۔ دین و دانش کی متلاشی نگاہ کسی اور مشفق استاذ کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ حسن اتفاق آپ کی نگاہ انتخاب حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہار شریعت و فتاوی امجدیہ) پر جاکر مرکوز ہوگئی۔ اور آپ اپنے چند رفقائے درس کے ساتھ شوال ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ معینیہ اجمیر صدرالشریعہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ شرکائے درس یہ تھے۔ مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مولانا قاضی شمس الدین جونپوری، مولانا قاری اسدالحق اور حافظ ضمیر حسین صاحبان، داخلہ منظور ہوگیا۔ اور کتابیں دیگر مدرسین پر تقسیم ہوگئیں اور اصول الشاشی حضرت صدرالشریعہ کی بارگاہ میں خارج اوقات پڑھا کرتے یہ سلسلہ اخیر دور تک قائم رہا۔ نہایت ہی دلجمعی اور محنت کے ساتھ حصول تعلیم میں منہمک ہوگئے۔ اور درس نظامیہ کے تمام فنون بالاستیعاب حاصل فرمالیا۔

امور عامہ کے محشی مولانا فضل حق رام پوری نے امتحان لیا اور خارج از امتحان بھی سوالات کئے۔ حضرت نے تمام سوالات کے تسلی بخش جواب دیئے، تو ممتحن نے کتاب بند کرکے فرمایا کہ اب ہم ان کی کسی کتاب کا امتحان نہیں لیں گے۔ ان کی قابلیت درجۂ کمال کو پہونچی ہوئی ہے [۱]

حدیث شریف کی تکمیل اجمیر شریف صدرالشریعہ کی بارگاہ ہی میں کی۔ لیکن اختلاف کی وجہ سے دستار بندی کی رسم ادا نہ ہوسکی [۲] ۱۳۵۱ھ میں منظر اسلام بریلی سے سند فراغت حاصل کی [۳]

خدمات: شعبان ۱۳۵۲ھ میں حضرت صدرالشریعہ نے آپ کو بریلی طلب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا میں ہمیشہ باہر رہا اس کی وجہ سے میرا

[۱] حافظ ملت نمبر، فیضان حافظ ملت، حافظ ملت [۲] حافظ ملت نمبر ص: ۸۴،
[۳] ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۱۹۷۶ء ص: ۷،

ضلع (اعظم گڑھ) خراب ہوگیا۔ اس لئے خدمت دین کے لئے میں آپ کو مبارکپور مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں درس و تدریس کے سلسلے میں بھیج رہا ہوں جائیے اور کام کیجئے۔ آپ نے عرض کیا حضرت، میں ملازمت نہیں کروں گا۔ اس پر صدرالشریعہ نے فرمایا۔ میں نے ملازمت کے لئے کب کہا ہے؟ میں تو آپ کو خدمت دین کے لئے بھیج رہا ہوں۔ یہ مت دیکھئے گا کیا مل رہا ہے۔ شفیق استاذ کے اشارے پر اطاعت شعار شاگرد نے سر تسلیم خم کر دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ مبارکپور پینتیس ۳۵ روپے مشاہرہ پر تشریف لے گئے جبکہ آگرہ سے سٹّھ روپے اور کلکتہ سے پانچ سو روپے کی پیش کش تھی [۱]

۲۹؍شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۴؍جنوری ۱۹۳۴ء کو آپ بحیثیت صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں تشریف لائے۔ معیار تعلیم فارسی، نحو میر، پنج گنج تک تھا اور مدرسہ کا بجٹ کل ۲۷۵ روپے ۱۴ آنے ۹ پائی تھا۔

اشرفیہ تحریک! دیکھتے دیکھتے مدرسہ کی غیر آباد عمارت میں قَالَ اللہُ و قَالَ الرسول کی صدائیں گونجنے لگیں۔ طالبان شوق دور دراز سے مبارکپور آنے لگے۔ تھوڑے ہی روز میں ہند و بیرون ہند کے طلبہ مٹ کر حافظ ملت کے درس میں شریک ہونے لگے۔

گیارہ ماہ بعد شوال ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء میں حافظ ملت کی تحریک پر دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم کی بنیاد رکھی گئی۔ سنگ بنیاد سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں اور صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی علیہما الرحمۃ کے ہاتھوں عمل پذیر ہوئی ——

اور جب اس دارالعلوم کی عمارت بھی اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگی تو مبارکپور سے باہر ایک وسیع و عریض خطۂ زمین اس دانشگاہ علم و ادب کے لئے حاصل کی گئی۔ اور مئی ۱۹۷۲ء مطابق ربیع الاول ۱۳۹۲ھ میں الجامعۃ الاشرفیہ کا جشن تاسیس منایا گیا۔ اور کام اپنی برق رفتاری کے ساتھ شروع ہوگیا۔ ابھی سال بھر کا وقفہ گزرا تھا کہ تعلیمی امور

---

[۱] فیضان حافظ ملت ص ۲۵۔

بھی اسی نئی عمارت میں انجام پانے لگے۔ اور حضرت کی روح اس کے لئے ہمیشہ بے قرار رہتی کاش کہ اشاعت وتبلیغ کا بند وبست ملک گیر پیمانے کے بجائے عالم گیر پیمانے پر ہوتا کہ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی گمراہیوں اور نت نئے ابھرنے والے ملحدانہ خیالات ونظریات کا سدّباب کیا جاسکے۔ اور ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو ہمہ جہت اور کامل ومکمل ہو۔ اور سارے اسلامی تقاضے پورا کر سکے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ میری تمنا اور خواہش یہ ہے کہ یہاں علوم اسلامیہ اور فنون متداولہ کی تعلیم تو ہوگی ہی، لیکن یہاں کے فارغ التحصیل علماء وفضلاء عربی زبان وادب، نیز انگلش زبان وادب میں اتنے اونچے مقام پر فائز ہو جائیں یا اتنی اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہو جائیں کہ دنیا کے کونے کونے میں دعوت وتبلیغ اور نشر علوم کے فرائض سے سبکدوش ہونے میں کوئی دقت محسوس نہ کر سکیں[1]

تصنیفات:

جہاں آپ نے تعمیری کام میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا وہیں تحریری خدمات بھی آپ کے پیش نظر تھیں۔ بارہا فرماتے کہ میرا قلم شروع میں بہت برق رفتار تھا۔ لیکن تدریسی مصروفیات نے مجھے تحریری کام کے لئے فرصت ہی نہیں دی۔

ان مصروفیات کے باوجود بھی جو آپ نے تحریری خدمات انجام دیں حسب ذیل ہیں

(۱)— معارف حدیث (۲)— ارشاد القرآن (۳)— الارشاد (۴)— انبار الغیب (۵)— المصباح الجدید (۶)— فرقۂ ناجیہ (۷)— فتاویٰ عزیزیہ (غیر مطبوعہ)

(۸)— حاشیہ شرح مرقاۃ، مصنفہ، مولانا عبدالحق خیرآبادی (نامکمل وغیر مطبوعہ)

اس کے علاوہ ماہنامہ اشرفیہ کا اجراء اور سنّی دارالاشاعت کا قیام، آپ کی اشاعتی خدمات کی بیّن دلیل ہیں۔ ماہنامہ اشرفیہ اب تک پابندی کے ساتھ جاری ہے۔ اور دارالاشاعت سے فتاویٰ رضویہ (للامام احمد رضا فاضل بریلوی) کی ۵ جلدیں طباعت سے آراستہ ہو کر اہل ذوق کے زیر مطالعہ ہیں۔

---

[1] حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے، ص: ۳۶،

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ اس قدر وسیع ہے کہ ہند و بیرون ہند کی دانشگاہوں میں جس قدر آپ کے تلامذہ مصروف ہدایت ہیں دوسروں کے بہت کم، بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کی ذات سے اسلامی دانشگاہیں آباد ہیں۔

حبّ الوطنی: تقسیم ہند و پاک کے زمانے میں جب نقل مکانی کا شعلہ زوروں پر تھا۔ اور مسلمان اپنے ہی وطن میں خود کو غیر محفوظ تصور کرتے تھے۔ اور یہ فرض کر بیٹھے تھے کہ اب وہ پاکستان ہی میں باعزت اور پرسکون زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس پر ہول اور خوفناک ماحول میں الجامعۃ الاشرفیہ کے بانی حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے سیاسی اسٹیجوں سے نہیں بلکہ مذہبی جلسوں اور مجلسوں میں جا کر تقریریں کیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھا کر ان کے اکھڑتے ہوئے قدم کو استحکام بخشا۔ اور انہیں اس بات کا یقین دلایا کہ ہندوستان کی خاک سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہی ان کا وطن ہے۔ اور یہیں انہیں دفن ہونے کے لئے زمین بھی ملے گی۔

تقریر وخطبات سے زیادہ ان نازک لمحات میں حافظ ملت نے "ارشاد القرآن" کی تصنیف سے گم کردہ راہ مسلمانوں کو راہِ راست پر لا کھڑا کیا۔ اور ان میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تحریک پیدا کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو واضح طور پر بتا دیا کہ جب عیش و عشرت کے لمحات میں وہ ہندوستان کو اپنا وطن سمجھتے رہے تو اب کلفت اور مصیبت کی گھڑیوں میں بھی اسی سرزمین کو اپنا وطن سمجھنا ہوگا۔ آپ نے احکام خداوندی کی روشنی میں مسلمانوں کے دلوں سے خوف وہراس کو ختم کیا۔ اور خدا کی رحمتوں کی امید دلا کر ان کے اندر خود اعتمادی اور بلند حوصلگی کا جذبہ پیدا کیا۔

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"مسلمانو! جب تک تم اپنے وطن میں اپنے رب کی عبادت میں آزاد ہو تمہارا مقصود حاصل ہے۔ ایسی صورت میں ہرگز کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر خدانخواستہ تم اپنے رب کی عبادت سے روک دیئے جاؤ، اور اس مقصود کے حاصل کرنے سے مجبور کر دیئے

جاؤ تو ایسی صورت میں بشرط اطاعت ترک وطن ضروری ہے۔ اور محض یادِ الٰہی کے لئے ضروری ہے، خوشنودیٔ خدا کے لئے ضروری ہے۔ اس میں کسی ملک اور کسی خطۂ زمین کی تخصیص نہیں، جہاں بھی امن کے ساتھ اپنے رب کی یاد کرسکو وہاں جاکر اپنے رب کی عبادت کرو، اگرچہ جنگل اور پہاڑ ہی کیوں نہ ہو"۔ [1]

اس مردِ درویش نے مبارکپور اور ملک کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے اپنے حلقۂ اثر میں وہی کارنامے انجام دیئے تھے جو سیاسی لیڈروں، قومی اور ملی قائدین نے انجام دیئے۔ حافظ ملت کی ملی، ملکی اور قومی خدمات آج بھی ویسی ہی درخشاں و تابندہ ہیں جس طرح اس زمانے میں تھیں۔ ان کی حب الوطنی آج بھی اسلامیانِ ہند کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

حضرت حافظ ملت نے جہاں علوم شریعت و طریقت حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی غلامی سے حاصل کیا۔ اسی طرح صدر الشریعہ کی غلامی نے آپ کو سیاسی مزاج بھی بخشا۔ ۱۹۴۷ء میں ترک وطن کی تحریک میں حافظ ملت نے وہی موقف اختیار کیا جس کی آپ کے استاذ گرامی نے تعلیم دی۔ اسی عالم رستاخیز میں ایک مرتبہ آپ کی مبارکپور تشریف آوری ہوئی۔ اور محلہ پورہ صوفی میں رئیسِ مبارکپور شیخ محمد امین صاحب کے دروازے پر مسلمانانِ مبارکپور کے سامنے ترک وطن کے خلاف ایک زبردست تقریر فرمائی۔ اور کہا۔

"ہمیں اسی ملک میں رہنا ہے اور اس عزم و حوصلہ کے ساتھ کہ ہمارے اسلامی شعائر کے تمام گوشے حسب سابق قائم و دائم رہیں گے۔ اور مستقبل میں دین حنیف اور اس کے ارکان پر کسی بھی حملہ کا مقابلہ ہمیں یہیں رہ کر کرنا ہے۔ ہندوستان ہمارا وطن ہے۔ اس کے اندر ہونے والی ہر بدعنوانی کو ہمیں خود اپنی کمزوری تصور کرنا ہوگا۔ وطن کا سچا شیدائی وہ ہے جو اس کے ہر غلط اقدام کو اپنی غلطی سمجھ کر اصلاح کی کوشش کرے تاکہ غیر ممالک کی نگاہ میں ملک و وطن کا وقار مجروح نہ ہو۔ اصلاح قوم و ملت کے لئے ضروری ہے کہ

[1] ارشاد القرآن ص ۲۱، ۲۲

متین وسنجیدہ، ماحول شناس، مصلح اور مفکر زیادہ سے زیادہ پیدا کئے جائیں تاکہ ملک و وطن، قوم وملت کی سچی خدمت اور معاشرہ کی اصلاح کا فریضہ کما حقہٗ انجام پاسکے۔

اسی موقع پر حافظ ملت نے "ارشاد القرآن" نامی ایک کتابچہ کے ذریعہ ثابت قدمی، پامردی، استقلال اور صبر وضبط کے قرآنی اصول واضح کئے۔ اس وقت اس مختصر رسالہ نے اتنا اہم کارنامہ انجام دیا جو سیکڑوں تقریروں اور وعظ ونصیحت سے ہونا ممکن نہ تھا۔ ان تمام حکمتوں نے مبارکپور کے مسلمانوں کے پراگندہ خیالات مجتمع کر دیئے۔ ذہنی قلابازیوں کو روک دیا۔ اور وہی ذہن اپنے وطن کی تعمیر میں ازسرنو لگ گئے [1]

وصال:

یکم جمادی الآخرہ مطابق ۳۱ مئی ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء بروز دوشنبہ ۴ بجے شام تک بخاری شریف کتاب الجنائز کا درس دیا۔ موت سے متعلق اسرار ورموز بیان فرمائے۔ اثنائے درس فرمایا۔ آج دوشنبہ کا دن ہے۔ آج ہی کے دن سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور دوشنبہ ہی کو دنیا سے تشریف لے گئے [2]

مئی کا مہینہ گزر کر جون شروع ہی ہونے والا تھا کہ خلاف امید ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء رات میں گیارہ بجکر ۵۰ منٹ پر آسمان علم وفن ہم سے رخصت ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہو جائے گا
اس زمیں کی پستیوں میں آسماں سو جائے گا

۲ جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲ جون ۱۹۷۶ء بروز چہارشنبہ ۸ ½ بجے دن الجامعۃ الاشرفیہ کے وسیع وعریض میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالحفیظ صاحب نے انجام دیئے۔ اخباری رپورٹروں کے مطابق ۲ لاکھ افراد نے نماز جنازہ ادا کی۔ آپ کی آخری آرام گاہ الجامعۃ الاشرفیہ کے صحن میں قدیم دارالاقامہ کے مغرب جانب واقع ہے۔ (اختر حسین فیضی)

---

[1] اشرفیہ کا ماضی اور حال ص: ۲۱، ۲۲

[2] ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۱۹۷۶ء ص ۲۵

معارفِ علمیہ

الٓمٓ

تفسیر جلالین کے پہلے سبق کی تقریر

الٓمٓ مقطعات قرآنیہ میں سے ہے، مقطعات قرآنیہ متشابہات میں سے ہیں۔ متشابہات کے بارے میں تین مذہب ہیں۔ اسلم، سالم، زائغ۔

مذہبِ اسلم یہ کہ ان کی تاویل نہ کی جائے۔ اور ان کے معنی کو علم الٰہی پر محمول کیا جائے

مذہبِ سالم یہ کہ حقیقی مراد علم الٰہی پر محمول کی جائے اور ایسی تاویل کی جائے جو محکمات کے منافی اور معارض نہ ہوں، جیسے یَدُ اللّٰہِ میں یَدُ بمعنی قدرت،

مذہبِ زائغ یہ کہ ان کی ایسی تاویل کی جائے جو محکمات کے منافی اور معارض ہو جیسے یَدُ اللّٰہِ میں یَدُ بمعنی ہاتھ عضو مراد لیا جائے۔ یہ تینوں مذاہب سورۂ آل عمران کی اس آیت میں مذکور ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِہٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔ (آل عمران پ۳، ع ۹)

"وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں، گمراہی چاہنے اور اس کی تاویل ڈھونڈنے کو، اور اس کی تاویل اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔"

اس آیت سے دو مذہب بالکل ظاہر ہیں۔ زائغ اور اسلم، مگر آگے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ پر اگر وقف کیا جائے تو مذہب اسلم ظاہر ہے —— اور اگر اللہ پر وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کو معطوف مانا جائے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ متشابہات کی تاویل صرف اللہ اور علم میں پختہ کار علماء جانتے ہیں۔ یہ مذہب سالم ہے مفسر نے اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذٰلِکَ تفسیر کرکے مذہب اسلم کو اختیار فرمایا ہے۔

(ذٰلک) ھٰذا (الکتاب) الذی یقرءہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ذٰلک کی تفسیر ھٰذا سے اس لئے کی کہ ذٰلک دور کے اشارہ کے لئے آتا ہے اور
ھٰذا قریب کے لئے ذٰلک سے شبہہ ہوتا ہے کہ اس سے قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب
مثلاً توراۃ یا انجیل کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے ذٰلک جزو قرآن ہے۔ جزو شیٔ، شیٔ
سے قریب ہوتا ہے مفسر نے ھٰذا نکال کر بتایا کہ مراد قرآن ہی ہے۔ جس کا جُزیہ ذٰلک
بھی ہے۔ والاشارۃ بذٰلک للتعظیم کرکے یہ نکتہ بتایا کہ مراد بُعد رتبتی ہے۔ یعنی یہ
کتاب ہے قریب مگر اتنی عظیم المرتبت ہے کہ اس سے عظیم تر کوئی دوسری کتاب نہیں۔
الذی یقرءہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اشارہ کیا کہ الکتاب میں
الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد یہ مخصوص کتاب ہے جسے محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
پڑھتے ہیں۔ جس کا علم مخاطبین کو بخوبی ہے۔

ایمان کی تعریف:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ[1] کی تفسیر میں یؤمنون کی تفسیر
یصدقون سے کرکے یہ بتایا کہ صحیح یہی ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا
نام ہے۔ علماء کا ایمان کے بارے میں مختلف مذہب ہے۔ محدثین شوافع جن میں امام بخاری
بھی ہیں اس کے قائل ہیں کہ ایمان تصدیق بالقلب، اقرار باللسان، وعمل بالارکان کے مجموعے
کا نام ہے۔ بعض حضرات تصدیق اور اقرار کے مجموعے کو ایمان کہتے ہیں۔
احناف اور محققین اس کے قائل ہیں کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اور اقرار
باللسان اجزائے احکام کی شرط ہے۔ اس لے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ ایمان کا عمل پر
عطف ہے۔ اور عطف میں اصل مغایرت ہے۔ خود اسی آیت میں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ پر
یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ کا عطف ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ
ایمان اور عمل دو مغایر چیزیں ہیں۔ نیز اگر اعمال جزء ایمان ہوں تو تصدیق کرنے والے
مؤمن نہ ہوں گے کافر ہوں گے۔ پھر اس آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ
وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ[2] (اسی طرح کے چند عام فہم استدلالات بیان

---

[1] پ ۱، ع ۱، بقرہ، [2] پ ۵، ع ۱۵۴، نساء، ترجمہ: اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی

کر کے بڑے مزے سے فرماتے) علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ شافعی المذہب ہیں مگر مذہب احناف کو یہاں اختیار فرمایا۔ یہ مذہب احناف کی حقانیت کی دلیل ہے۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا[1] اِنۡ شک کے لئے آتا ہے اور کفار کو شک نہیں یہ یقین تھا کہ قرآن خدا کی کتاب نہیں۔ پھر اس کو بصیغۂ شک کیوں بیان فرمایا؟...... قرآن مجید کے مُنَزَّل مِنَ اللہ ہونے کی دلیل اتنی قوی ہے کہ اس کے آگے کفار کا یقین شک کی طرح کمزور و بودا ہے۔

یوسف و زلیخا:

وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ[2] اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف کا ارادہ کیا۔ اور حضرت یوسف بھی زلیخا کا ارادہ کرتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے۔

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ارادۂ معصیت کیا ہی نہیں مگر مفسر نے یہ لکھا ہے۔ وَجَوَابُ لَوۡلَا لَجَامَعَهَا اس تقدیر پر مطلب یہ ہوا کہ حضرت یوسف نے بھی معصیت کا ارادہ کر لیا تھا۔ اگر برہان نہ دیکھتے تو معصیت کے مرتکب ہو جاتے۔

حافظ ملت فرماتے ہیں کہ گناہ کا ارادہ انبیائے کرام کے شایان شان نہیں، اس لئے یہ تفسیر صحیح نہیں۔ لَوۡ کا جواب محذوف ضرور ہے۔ مگر وَهَمَّ بِهَا مقدم اس جوابِ محذوف پر دال ہے۔ اور لجامعها محذوف ماننے پر شرعی قباحت کے علاوہ ایک شناعت یہ بھی ہے کہ محذوف پر دال کوئی نہ ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہیں گے کہ اس حذف پر قرینۂ عقلی قائم ہے۔ یہ قرینۂ عقلی دلیل شرعی کے مزاحم ہو کر ساقط ہو گیا۔ نیز قرینۂ ملفوظہ جب موجود ہے تو عقلی قرینہ لینے کی کیا حاجت، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ ایسی شناعت لازم آتی ہو۔

شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (کنز الایمان)

[1] پ۱، ع۳، بقرہ، ترجمہ: اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا۔ (کنز الایمان) [2] پ۱۲، ع۱۳، یوسف، ترجمہ: اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا۔ اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ (کنز الایمان)

افضلیت صدیق اکبر:

مبارکپور میں دیوبندیوں نے مدح صحابہ تحریک چلائی اس کے جواب میں روافض نے تبرّا کی تحریک چلائی، دورانِ اجلاس ایک تبرائی نے یہ کہا کہ "جگر جگر ہے۔ دگر دگر" یعنی حضرت علی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے جگر کی منزل میں ہیں۔ اور دوسرے صحابہ نسبتاً اتنے قریب نہیں، لہٰذا وہ سب سے افضل، جب حضرت حافظ ملت نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا۔

یہ شاعری ہے، شاعری پر شاعروں کے مذہب کی بنیاد ہوتی ہے۔ اسلام کی بنیاد شاعری پر نہیں، ـــــ اولاً تو حضرت علی رسول اللہ کے جگر نہیں یعنی جزء نہیں، جزء اولاد ہوتی ہے۔ اور اگر یہ درست مان لیا جائے تو لازم کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی سے بھی افضل ہوں۔ حالانکہ یہ رافضیوں کے مسلمات کے خلاف ہے، اور جمہور امت کے بھی، حضرت سیدہ ہی نہیں، لازم کہ حضرت رقیہ، حضرت کلثوم، حضرت زینب، وصاحبزادگان حضرت علی سے افضل ہوں۔ یہ بھی روافض اور پوری امت کے خلاف ہے۔

اس کے بعد حافظ ملت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تمام امت پر افضلیتِ مطلقہ قرآن مجید سے یوں ثابت فرمائی۔

سورۂ حجرات میں ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ[1] اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تم میں اتقیٰ (سب سے زیادہ متقی ہے) اور سورۂ واللیل میں فرمایا۔ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی[2] اور جہنم سے وہ بہت دور رہے جو اتقیٰ (سب سے

---

[1] پ ۲۶، ع ۱۴، حجرات، ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (کنز الایمان)

[2] پ ۳۰، ع ۱۷، سورہ واللیل، ترجمہ: اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔ (کنز الایمان)

زیادہ پرہیزگار ہے جو مال اس لئے دیتا ہے کہ پاک وصاف ہو۔ اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ چکایا جائے۔ صرف اپنے بلند وبالا رب کی رضا چاہتا ہے۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں "اتقیٰ" سے مراد صدیق اکبر ہیں۔ بعد کا ارشاد بھی اس پر دلیل ہے۔ سوائے صدیق اکبر کے کوئی ایسا نہیں جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی احسان نہ کیا ہو۔ اس لئے متعین ہے کہ یہاں اتقیٰ سے مراد صدیق اکبر ہی ہیں۔ اب دونوں آیتوں کو ملاؤ تو ترتیب یہ ہوگی۔ ابوبکر اتقیٰ ہیں اور یہ اتقیٰ عنداللہ پوری امت سے بزرگ واکرم، تو ثابت کہ صدیق اکبر ساری امت سے بلا استثناء بزرگ واکرم ہیں۔

(حافظ ملت نمبر ص ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، اشرفیہ، از: فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ، مبارکپور)

نشانِ سجدہ اور داغ جبیں:

حافظ ملت مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں تشریف فرما تھے۔ علامہ ارشد القادری صاحب نے ایک صاحب کا تذکرہ کیا کہ یہ نمازوں کے تو پابند نہیں، مگر پیشانی پر ایک نمایاں داغ بنا رکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔

بہت بری چیز ہے۔ قرآن میں اس علامت سجدہ کی تعریف کی گئی ہے، جو چہروں میں نمایاں ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ[1] ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے۔ قرآن کریم میں فِي جِبَاهِهِمْ (ان کی پیشانیوں میں) نہیں ہے۔

حضرت کے پاس تفسیر صاوی شریف رکھی ہوئی تھی۔ فرمایا۔

اسی صاوی میں داغ سجدہ کی مذمت میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔

راوی فرماتے ہیں یہ سنکر فوراً میں نے صاوی شریف سے یہ مقام نکالا۔

---

[1] سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ، پ ۲۶، ع ۱۲، سورہ فتح، ترجمہ: ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، (کنز الایمان)

(سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود) وھو نور وبیاض یعرفون بہ فی الآخرۃ انھم سجدوا فی الدنیا۔

(ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے) وہ ایک نور اور سفیدی ہے جس سے آخرت میں اس کی شناخت ہو گی کہ انہوں نے دنیا میں سجدے کئے ہیں (جلالین)

علامہ احمد صاوی فرماتے ہیں۔

اختلف فی تلک السیما فقیل ان مواضع سجودھم یوم القیامۃ تریٰ کالقمر لیلۃ البدر۔ وقیل ھو صفرۃ الوجہ من سھر اللیل۔ وقیل الخشوع الذی یظھر علی الاعضاء حتی یراأی الغم مرضیٰ ولیسوا بمرضیٰ ولیس المراد بہ مایصنعہ الجلۃ المرأتین من العلامۃ فی الجبھۃ۔ فان من فعل الخوارج وفی الحدیث۔ انی لابغض الرجل واکرھہ اذا رأیت بین عینیہ اثر السجود۔ (صاوی شریف، سورۂ فتح، پ ۲۶)

اس علامت میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے اعضائے سجدہ روز قیامت چودہویں کے چاند کی طرح روشن نظر آئیں گے۔ دوسرا قول ہے کہ یہ چہرے کی زردی ہے۔ جو شب بیداری کے باعث پیدا ہو جاتی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہ خشوع مراد ہے جو اعضاء پر نمایاں ہوتا ہے۔ جس سے کچھ ایسا خیال ہوتا ہے کہ وہ بیمار ہیں حالانکہ بیمار نہیں۔ اس سے وہ داغ مراد نہیں جسے ریاکار جاہلین اپنی پیشانیوں میں بنا لیتے ہیں۔ یہ تو خارجیوں کا فعل ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ میں اس شخص کو دشمنی کی حد تک ناپسند رکھتا ہوں جس کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) نشان سجدہ دیکھتا ہوں۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ، ص ۱۸۳، ۱۸۴، از مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)

شاہد کا معنیٰ

انجمن امجدیہ بھیرہ۔ ولید پور۔ اعظم گڑھ کے اجلاس میں ایک بار حضرت الاستاذ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دام ظلہ نے آیت کریمہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا، پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہد کا معنی حاضر ہے نماز جنازہ

کی وہ دعا جس میں ہے لِشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا (مغفرت فرما) ہمارے حاضر کی اور ہمارے غائب کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاھد بمعنی حاضر آتا ہے، لہٰذا آیۂ کریمہ سے ثابت ہوا کہ ربّ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔ بعدہٗ حافظ ملت نے تقریر کی تو حضرت نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کی تحسین کے ساتھ حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

یہی مان لو کہ شاہد کے معنیٰ گواہ ہے، تو بتاؤ گواہ کون ہوتا ہے؟ کیا وہ شخص گواہ ہو سکتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود نہ ہو، یا موجود ہو مگر بچشم خود دیکھا نہ ہو، ہرگز نہیں گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت حاضر بھی ہو اور ناظر بھی، لہٰذا اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاھِدًا[۱] میں شاہد کا معنی گواہ لینے پر بھی حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا اپنی جگہ بعینہٖ ثابت ہے۔ وَلِلّٰہِ الحَمد۔

حافظ ملت نمبر ص۱۸۲ اشرفیہ (از مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی)

لِکُلِّ قَومٍ ھَادٍ کا مطلب ۔ نیچریوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رام، کرشن وغیرہ نبی تھے، اس پر وَ لِکُلِّ قَومٍ ھَادٍ سے استدلال کرتے ہیں کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی اور رسول ہے۔ نیچریوں کے اس عقیدے کو حافظ ملت نے اس طرح باطل کیا، فرماتے ہیں۔

نیچریوں کے قول کی ساری بنیاد لِکُلِّ قَومٍ ھَادٍ پر قائم ہے۔ مگر اعلیٰحضرت نے اپنے ترجمہ ہی سے ان کا سارا قصر استدلال بالکل منہدم کر دیا، آیت کریمہ ہے اِنَّمَا اَنتَ مُنذِرٌ وَلِکُلِّ قَومٍ ھَادٍ[۲] اعلیٰحضرت نے ترجمہ فرمایا۔ تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی۔

---

[۱] پ۲۶، ع ۹، الفتح [۲] پ۱۳، ع ۷، الرعد

یعنی یہ فرمان صرف ہمارے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے کہ تم تو ہر قوم کے لئے ہادی اور نذیر ہو، اب وَلِکُلّ قومٍ ھَادٍ سے نیچریوں کے استدلال کی گنجائش ہی نہ رہی۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۸۲ از مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی)

ضرورۃً سوال سے زیادہ جواب دینا

بخاری شریف کی حدیث ہے۔

عَنْ ابن عُمَرَ عَنِ النَّبِی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اَنَّ رَجُلاً سَاَلَہٗ مَایَلْبَسُ المُحْرِمُ فَقَالَ لَایَلْبَسُ القَمِیْصَ وَلَا العِمَامَۃَ وَلَا السَّرَاوِیْلَ وَلَا البُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّہُ الوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ فَاِنْ لَمْ یَجِدِ النَّعْلَیْنِ فَلْیَلْبَسِ الخُفَّیْنِ وَ لْیَقْطَعْھُمَا حَتّٰی یَکُوْنَا تَحْتَ الکَعْبَیْنِ۔ [1] (بخاری شریف ج ۱، ص ۲۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے دریافت کیا احرام باندھنے والا کیا پہنے؟ فرمایا پاجامہ اور ٹوپی نہ پہنے نہ ہی وہ کپڑا جس میں ورس اور زعفران لگا ہو۔ اگر جوتے نہ پائے تو موزے پہن لے، اور انھیں کاٹ دے تاکہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں۔

اس حدیث پر دوسرے افادات اور مکمل تقریر کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ آخری حصہ فان لم یجد النعلین (اگر جوتے نہ پائے الخ) سائل نے دریافت نہیں کیا تھا، جواب میں ذکر فرمایا گیا، تاکہ یہ مسئلہ بھی معلوم ہو جائے۔

اس پر فرمایا محمد آباد گوہنہ (مبارکپور سے تقریباً ۸ میل پورب واقع ہے) سے ایک استفتاء آیا۔ رافضی کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب

---

[1] حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب عن نافع عن ابن عمر ح عن الزہری عن سالم

یں دوسرے مباحث کے ساتھ لکھا رافضی، قادیانی، وہابی، دیوبندی سب کی نمازِ جنازہ حرام سخت حرام ہے۔ بعد میں معلوم ہوا یہ استفتاء دیوبندی مکتب فکر کے کچھ لوگوں نے بھیجا تھا۔ اور اس سے ان کا مقصد سنی شیعہ فساد و اختلاف برپا کرنا تھا۔ مگر اس جواب سے ان کی ساری اسکیم فیل ہوگئی۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۷۰، ۱۷۸ از مولانا حضرت محمد احمد مصباحی بھیروی)

گرمی کی شدت جہنم کی تپش سے ہے

ترمذی شریف کی حدیث اَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الحرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ[۱]

ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو اس لئے کہ سخت گرمی جہنم کی تپش سے ہے۔

اس حدیث سے متعلق مولانا فضل حق غازیپوری وغیرہ چند ساتھیوں نے حافظ ملت کے سامنے یہ تاویل پیش کرتے ہوئے استصواب کیا کہ اگر سخت گرمی جہنم کی تپش کے باعث ہے۔ تو ہر جگہ گرمی ہونی چاہیئے۔ جب کہ کشمیر اور نینی تال میں ٹھنڈک ہوتی ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔

نیچریت ہے (یہ طریقہ نیچریوں ہی کا ہے کہ صریح نصوص کو ظاہر سے منحرف کر دیتے ہیں اور بالکل بے سروپا تاویلات اڑاتے ہیں۔

استاذی الکریم حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی مدظلہ فرماتے ہیں کہ اگلے سال جب بخاری شریف میں یہ حدیث آئی تو خود میں نے بھی سنا کہ حضرت نے تاویل مذکورہ پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

یہ تاویل کسی طرح صحیح نہیں گرمی کے موسم میں کشمیر اور نینی تال میں بھی وہ ٹھنڈک نہیں رہ جاتی جو موسم سرما میں وہاں ہوتی ہے بلکہ نسبۃً وہی فرق ہوتا ہے۔ جو ہمارے یہاں جاڑے اور گرمی میں ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ وہاں بعض عوارض کی وجہ سے وہ موسم نہیں ہوتا جو ہمارے یہاں ہوتا ہے حدیث کو

بلا دلیل اس کے ظاہر سے پھیرنا ہرگز درست نہیں ۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۷۸، ۱۷۹ از مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)

حلوا اور مٹھائی

بخاری شریف پارہ ۲۲ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مذکور ہے ۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوا اور شہد بہت پسند تھا ۔

مولانا عبدالستار پرلیاوی ذکر کرتے ہیں (۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) ۔ یہ حدیث پڑھاتے وقت حضرت نے فرمایا ۔ اس سے حلوا کا مرغوب اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی پسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ مولانا عبدالرحمٰن پورنوی نے عرض کیا حلوا کا معنی تو مطلق میٹھی چیز ہے ، معروف حلوا مراد نہیں ۔ فرمایا ۔ جب بھی تو حلوا کی پسندیدگی اور استحباب ثابت ہے کہ یہ بھی اسی مطلق کا ایک فرد ہے (بلا تخصیص) مطلق کا استحباب اس کے فرد خاص کے استحباب کو مستلزم ہے ۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۸۱ از مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی)

صدقہ اور ہدیہ

" تبدل ملک سے تبدل عین ہو جاتا ہے حکماً "

یہ اصول فقہ کا ایک قانون ہے ، حضرت نے یہ اس وقت بیان فرمایا جب بخاری شریف کی درج ذیل حدیث کا سبق دے رہے تھے

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُوْتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ

---

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۸۱۷ حدثنا اسحٰق بن ابراهيم الحنظلی عن ابی اسامة عن هشام قال اخبرنی ابی عن عائشة قالت ۱۲ ۔

عَلٰی بَرِیْرَۃَ فَقَالَ ھُوَ عَلَیْھَا صَدَقَۃٌ وَھُوَ لَنَا ھَدِیَّۃٌ ، (ج ۱، ص ۲۰۲) [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گوشت حاضر کیا گیا، جو حضرت عائشہ کی کنیز (جناب) بریرۃ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا فرمایا وہ اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

(یعنی وہ صدقہ کیا ہوا گوشت حضرت بریرہ کی ملک میں تو ان کے لئے صدقہ تھا اور وہی گوشت جب حضرت بریرہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تو اب وہی گوشت سرکار کے لئے ہدیہ ہو گیا کیونکہ یہاں ملکیت بدل گئی (مفہوم) اسی حدیث سے فقہاء نے یہ اصول مستنبط کیا کہ ملکیت بدل جانے سے حکماً اصل حقیقت بدل جاتی ہے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ صـ ۱۷۸ از حضرت مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)

---

[1] حدثنا یحیٰی بن موسیٰ قال ثنا وکیع قال ثنا شعبۃ عن قتادہ۔

طلبۂ جامعہ اشرفیہ سے خطاب

جب حضرت شمس العلماء مولانا شمس الدین صاحب جونپوری (مصنف قانون شریعت) علیہ الرحمۃ اشرفیہ سے مستعفی ہوکر حافظ ملت کی عدم موجودگی میں تشریف لے گئے، اور طلبہ میں ایک ہنگامی کیفیت پیدا ہوگئی، جب حضرت باہر سے تشریف لائے، بروز یکشنبہ ۹ مئی ۷۶ء مطابق ۸ جمادی الاولی ۹۶ھ الجامعۃ الاشرفیہ کے شاہ ہال میں دورۂ حدیث کے طلبہ کو درس بخاری دیا۔ پھر تقریبًا ۹ بجے تمام طلبہ و مدرسین کو جمع فرماکر ایک نہایت ہی کارآمد مفید، اور اہم تقریر فرمائی، جس کا مختصر سا اقتباس ہدیۂ ناظرین ہے، اس تقریر میں خاص طور پر طلبہ مخاطب ہیں، خطبۂ آغاز کے بعد ارشاد فرمایا۔

وقت بہت قیمتی ہے، گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، وقت کا ضائع کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ اور خاص کر تعلیم کے اوقات کو تو بالکل ضائع نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہ یہ سب سے قیمتی اوقات ہوتے ہیں، تعلیم کے سلسلے میں طلبہ کو تین دور سے گزرنا پڑتا ہے، پہلا درجہ مطالعہ کا ہے کہ کتاب پہلے خوب سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

دوسرا یہ کہ استاذ جو سمجھائے اس کو غور سے سنا اور سمجھا جائے اور جو سمجھ میں نہ آئے دیانت کا تقاضہ ہے کہ اس کو استاذ سے پوچھا جائے نہ سمجھنے کی صورت میں خاموش رہنا بڑی بددیانتی ہے۔

تیسرا درجہ تکرار کا ہے، اس سے تدریس کی صلاحیت پیدا ہوتی

ہے اور پڑھانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ اب جو طالب علم ان تینوں دور سے گزر کر تعلیم حاصل کرے گا، وہ یقیناً باصلاحیت ذی استعداد اور قابل ہوگا اور جس نے اس طریقے کو نہیں اپنایا وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

بعض طلبہ سمجھتے ہیں کہ طالب علمی کا دور آزادی کا دور ہے اس میں جتنا چاہو کھیل کود لو، حالانکہ یہ زمانہ انتہائی پابندی کا زمانہ ہے، اس وقت جس چیز کی پابندی کی عادت پڑ جائے گی، وہ ہمیشہ باقی رہے گی۔ لہٰذا اس وقت طلبہ کو نہایت پابندی کے ساتھ اپنے اوقات کو کام میں لانا چاہیئے، تاکہ جب آپ یہاں سے فارغ ہو کر نکلیں تو ہر جگہ کامیاب ہوں، اور آپ کا قول ہی نہیں آپ کا فعل وکردار بھی ہدایت کا کام کرے، لوگ آپ کے کردار کو نمونہ بنائیں اور اس سے ہدایت حاصل کریں اور یہ اسی وقت ہوگا جب آپ پہلے یہاں ہر چیز میں پابندی کی عادت ڈالیں گے۔ پڑھنے کے اوقات میں پڑھنے میں پورے انہماک کا ثبوت دیں گے۔ اور اس کی پوری پابندی کریں گے، نماز میں جماعت کی پابندی کریں گے اور حقیقت میں نماز تو جماعت ہی کی نماز ہے ورنہ صرف فرض کی ادائگی ہے، قرآن کا ارشاد ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ (پ۱ ع ۵)

نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

یعنی جماعت سے نماز پڑھو، تو جماعت کی تاکید آئی ہے اس کے علاوہ احادیث میں بھی جماعت کی بہت تاکید آئی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز بغیر جماعت کی نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے، اور ایک حدیث میں تو یہ ہے کہ حضور نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرمایا تھا۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آنا چاہیئے، بڑوں کی تعظیم کرنی چاہیئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا [۱]

جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے، بڑے کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہم میں نہیں ۔

کیا مطلب یعنی سرکار اس کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک رہے ہیں اور اپنی جماعت سے الگ فرما رہے ہیں، بہت سخت لفظ ہے "فَلَیْسَ مِنَّا" کا، یہ سرکار کا قول صرف پڑھنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے، اور تعلیم کا، دین کا، اور اسلام کا بھی حاصل یہی ہے کہ سرکار کے اقوال کو پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور اسی کے مطابق زندگی گزاری جائے ورنہ پڑھنا بے کار ہے ۔

یہ عام باتیں تھیں جن کو میں اکثر کہا کرتا ہوں، پھر دہرادیا ہے، بہرحال یہ آپ حضرات کی ذمہ داری ہے کہ نظام تعلیم و تعلّم میں کسی قسم کا فرق نہ آئے، اس کو بہرحال اس پر چلنا ہے، پھلنا ہے، پھولنا ہے، اس کی پستی کو میں کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا، اس کے لئے، عبدالعزیز اپنی جان کھپا سکتا ہے، اپنے کو مٹا سکتا ہے، مگر آخری دم تک اس کی پستی کو نہیں دیکھ سکتا ۔

یہ مدرسہ اشرفیہ اس پر بزرگوں کی نظر ہے، حضرت اشرفی میاں رحمتہ اللہ علیہ جن کی ولایت میں کوئی شبہ نہیں ان کی شان یہ تھی کہ چہرۂ مبارک پر نور کی بارش ہوتی تھی ۔ جہاں بیٹھ جاتے ایک بھیڑ جمع ہو جاتی، کیا ہندو کیا مسلمان تمام مذہب والے دیکھ کر فریفتہ ہو جاتے ۔ جب حضرت ایک مرتبہ اجمیر شریف تشریف لے گئے، جمعہ کا دن تھا، جمعہ کی نماز پڑھائی اور پھر نماز بعد تقریر فرمائی ۔ اس کے بعد فرمایا ۔ آج فقیر خواجہ کی بارگاہ میں بیعت کرنا چاہتا ہے، جس کا جی

---

[۱] ترمذی شریف جلد دوم صـ ۱۴ ۔

چاہے اپنا ہاتھ دیدے یہ فرمانا تھا کہ سارا مجمع ٹوٹ پڑا اور تمام حاضرین فوراً داخل سلسلہ ہو گئے، ایسا منظر اور ایسی مقبولیت تو میں نے دیکھی نہیں، اجمیر شریف کے اسٹیشن پر میں نے دیکھا کہ حضرت لیٹے ہوئے ہیں نہ کسی سے کچھ کہنا نہ بولنا لیکن لوگ ہیں کہ جوق در جوق زیارت کے لئے چلے آرہے ہیں آپ حج سے واپس تشریف لائے تو بیمار ہو گئے، مجھے معلوم ہوا تو فوراً کچھوچھہ مقدسہ زیارت کے لئے حاضر ہوا، حضرت نے دیکھتے ہی سب سے پہلے مدرسہ کے بارے میں دریافت فرمایا کہ مدرسہ چل رہا ہے؟ میں عرض کیا حضور! مدرسہ چل رہا ہے، پھل رہا ہے۔ پھول رہا ہے اس وقت تقریباً ستّر طلبہ کو خوراک ملتی تھی۔

اور جب حضرت نے بازار میں نئے مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا تاریخی نام باغ فردوس (۱۳۵۳) ہے، اور واقعی یہ باغ فردوس ہے اس کا یہ نام آسمان سے اترا ہے تو اس کی پہلی اینٹ رکھنے کے بعد حضرت نے فرمایا:۔

جو اس کی ایک اینٹ کھسکائے گا خدا اس کی دو اینٹ کھسکائے گا"

حضرت صدر الشریعہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب حج کا ارادہ فرمایا، اِندارا اسٹیشن پر میں نے حضرت سے عرض کیا حضور مجھے اس وقت دو باتیں کرنی ہیں، فرمایا کہو، میں نے عرض کیا حضور میں سرکار کی بارگاہ میں یوں تو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان سے صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش ہی کرتا ہوں مگر چاہتا ہوں کہ حضرت تشریف لے جارہے ہیں سرکار کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کردیں تو فرمایا۔ میاں ایک مرتبہ بھی سلام کا جواب مل گیا تو بیڑا پار ہے، گھبرانے کی کیا بات ہے۔

یہ سننے کے بعد اگرچہ صلوٰۃ و سلام کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں یاد تھیں، فوراً قرآن سے یہ مسئلہ سمجھ میں آیا، اور دل میں ڈال دیا گیا کہ ارشاد خداوندی ہے:۔ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا[۱]

---

[۱] پ ۵ ع ۸، سورۃ النساء

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہدو۔

جب یہ عام حکم ہے تو بھلا سرکار کی بارگاہ میں جو الصَّلوٰۃ وَالسَّلام عَلیکَ یَا رسُولَ اللہ۔ کا ہدیہ پیش کرے تو کیسے سرکار اس کا بہتر جواب نہ دیں گے۔ یعنی ضرور سرکار فرمائیں گے، وَعلیکَ السَّلام وَرحْمَۃ اللہ وَبَرکاتہٗ، پھر جب سرکار رَحْمَۃ اللہ فرمائیں گے تو زحمت کہاں رہے گی۔ ہر طرف رحمت ہی رحمت رہے گی، فوراً میرا انشراح صدر ہوگیا اور اطمینان حاصل ہوگیا۔ فَالحمدُللہ علیٰ ذَالِکَ۔

اس کے بعد عرض کیا حضور! اشرفیہ کے بارے میں مجھے کچھ خطرات محسوس ہو رہے ہیں۔ اور اس کا مستقبل کچھ تاریک نظر آرہا ہے اسپر حضرت نے فرمایا۔

"اشرفیہ چلے گا، بڑھے گا، ترقی کرے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا ذلیل ہوگا"

چنانچہ اشرفیہ برابر بڑھ رہا ہے، ترقی کر رہا ہے، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اشرفیہ نے جو اتنی ترقی کی ہے اور ترقی کرے اس کا تعلیمی نظام بہتر سے بہتر ہو، آپ حضرات (طلبہ) محنت سے پڑھیں اصل مقصد تعلیم ہے۔ عمارت نہیں۔ عمارت تعلیم ہی کے لئے بنائی گئی اور ماشاءاللہ میں نے ایک نظر میں یہ اندازہ لگایا ہے کہ اس وقت کے ہمارے اساتذہ سب کے سب نہایت شفیق اور مہربان ہیں اور ہمیشہ سے ہمارے اساتذہ طلبہ پر شفقت کرتے رہے ہیں ان سے ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے، ہمیں آپ سے ہی کہنا ہے کہ ان کا پورا پورا ادب ولحاظ کریں۔ ان کے وجود کو غنیمت جانیں، جی لگا کر پڑھیں اپنے اوقات کو ضائع نہ کریں،

(ماہنامہ اشرفیہ جنوری، فروری ۱۹۸۳ء از مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی)

روانگیٔ حج کے وقت خطاب

مبارک پور سے حجاز کی روانگی کے وقت دارالعلوم اشرفیہ کے مدرسین وطلبہ سے یہ خطاب فرمایا۔

آپ حضرات پوری توجہ اور ذوق وشوق کے ساتھ تعلیم وتعلّم میں مصروف رہیں، اپنے فرائض منصبی کا پورا پورا خیال رکھیں کوئی شکایت نہ ہونے پائے طلبہ پورے طور پر تحصیل علم میں منہمک رہیں اساتذہ اور ارکین کا احترام کریں ان کے احکام کی پوری پابندی کریں، مدرسین پابندیٔ اوقات کے ساتھ محنت سے تعلیمی فرائض انجام دیں، طلبہ پر شفقت کریں۔ ان کی تربیت کا خاص لحاظ رکھیں میری عدم موجودگی میں ان پر اور زیادہ ذمّہ داری عائد ہوتی ہے، اس کا بھی خیال کریں۔ (آخر میں دارالعلوم اشرفیہ کے استحکام وبقا کی دعا کرتے ہوئے فرمایا۔) مولائے کریم اس دینی درس گاہ کو استحکام بخشے اس کی حفاظت فرمائے۔ عروج وترقی عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۷۶، ۲۷۷۔ از مولانا اسلم بستوی انوار القرآن بلرام پور)

نماز

فرمایا۔ میں نے (بی بی مسجد ہوڑہ میں) جمعہ کے دن تقریر کی کہ دیکھو ایک مؤذن پکارتا ہے اور سب مسلمان اس ایک کی پکار پر دوڑ پڑتے ہیں۔ اگر صحیح معنوں میں مسلمان ہیں تو بات کیا ہے، بات یہ ہے کہ اس میں اس بات کا درس ہے کہ جب بھی کوئی اللہ کے دربار میں، یا اللہ کے احکام کے لئے پکارے تو مسلمان کا یہ شیوہ ہے کہ فوراً دوڑ پڑتا ہے اس کی پکار پر، اور یہ دربار الٰہی ہے اس میں سب برابر ہیں، باہر تو کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے، کوئی شاہ ہے اور کوئی گدا ہے مگر یہاں آئے تو سب ایک، ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

آج کل بہت سے مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے، اور جو پڑھتے ہیں تو بس آئے، اٹھے بیٹھے اور چلے گئے، تو ایسے نماز نہیں ہوتی۔ نماز دل سے پڑھنی چاہیئے، اس کا جو قاعدہ ہے اسی طرح پڑھنی چاہیئے، میرے پاس ایک صاحب سراج الدین نام کے آئے اور کہا کہ نماز میں میرا دل نہیں لگتا ہے۔ میں نے کہا نماز جیسی دلچسپی کی تو کوئی چیز نہیں دیکھی گئی کیسے تمہارا دل نہیں لگتا ہے۔ کہا کہ بہت کوشش کرتا ہوں مگر دل نہیں لگتا۔ میں نے کہا تو نماز ایسے پڑھا کرو کہ جب مؤذن اذان پکارے تو یہ سمجھو کہ مجھ کو بلایا جارہا ہے، اور جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو اس کے معنی پر غور کرو، پھر جب مسجد چلو تو اس تصور کے ساتھ کہ ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور ہر قدم پر ایک گناہ مٹایا جاتا ہے اور جب نماز میں کھڑے ہو تو کم از کم اتنا تو تصور جماؤ کہ میں خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہوں، اس کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے ہوں دیگر طریقے تو اپنی جگہ ہیں صرف اتنا ہی اگر تصور جم جائے تو پھر دھیان اِدھر اُدھر ہوگا ہی نہیں۔

(قلمی یادداشت ـ از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

نماز میں اسپیکر کا فیصلہ

انجمن تبلیغ اہلسنّت تحریک صلوٰۃ غوری گنج بنارس کے ایک اجلاس میں غالباً ۱۹۷۰ء یا ۱۹۷۱ء کا واقعہ ہے جلسہ والوں نے حضرت حافظ ملت سے عرض کیا کہ حضرت! اپنی تقریر میں لاؤڈ اسپیکر سے متعلق وضاحت فرمادیں کہ اس کی آواز پر نماز میں اقتدار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت نے دوران تقریر ارشاد فرمایا۔

آج کل لوگ لاؤڈ اسپیکر کے نماز میں استعمال کرنے پر سوال کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ اس سلسلہ میں دو اقوال ہیں ایک تو یہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز چوں کہ امام کی بعینہٖ آواز نہیں ہے اس لئے اس کی اقتدار پر رکوع وسجود

وغیرہ کرنا جائز نہیں، دوسرے یہ کہ جائز، لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس جھگڑے سے نجات کی سب سے آسان شکل یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال نہ کیا جائے اور بغیر لاؤڈ اسپیکر کے نماز پڑھی جائے، تاکہ کسی قسم کا مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو، کیوں کہ لاؤڈ اسپیکر لگانے کے بعد ہی یہ جھگڑا اٹھتا ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں ہوئی، جب کہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے نماز پڑھتے ہیں اور نماز صحیح ہو جاتے ہیں کسی کا اختلاف نہیں، کیوں نہ ہو کہ جھگڑے والی بات کو چھوڑ کر ایسی صورت اختیار کر لی جائے جس میں سرے سے کوئی جھگڑا ہی نہ ہو، اور حدیث شریف میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی ہی صورت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ دع مایریبك الی ما لایریبك یعنی ایسی چیز کو چھوڑ دو جس میں شک و شبہ ہو اور اسے اختیار کرو جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لہذا میری رائے میں یہی صورت زیادہ مناسب ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال ہی نہ کیا جائے کہ نماز میں کسی قسم کا جھگڑا اور شبہ پیدا ہو۔

(از :- مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی)

تقویٰ مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی بیان فرماتے ہیں کہ جب ۸ اپریل ۱۹۷۱ء یوم پنجشنبہ حضور حافظ ملت مدرسہ عربیہ اہل سنت بحر العلوم خلیل آباد ضلع بستی (یوپی) میں مجھے برائے تدریس بھیج رہے تھے، تو وہ دوپہر کا وقت تھا حضور نے اپنے ساتھ ہی دوپہر کا کھانا کھلایا اور درمیان میں مختلف وصیتوں سے بھی نوازتے رہے، اور فرمایا۔ دیکھو جانے کے بعد سب سے ضروری چیز یہ ہونی چاہیئے کہ اپنا علمی وقار بہر حال باقی رکھا جائے۔ دوسرے یہ کہ جانے کے بعد سب سے پہلی جو تقریر ہو وہ نہایت درجہ کامیاب ہو، تیسرے یہ کہ ہر اس بات سے یک لخت اجتناب ہونا چاہیئے جس سے ایک انسان کے دل میں کسی طرح کی

اخلاقی وکرداری گراوٹ کا شائبہ بھی گزرے۔

حقیقت میں یہ اس حدیث رسول کی ترجمانی تھی جس میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ۔ تہمت کی جگہوں سے بچو) اور آخیر میں فرمایا۔

دیکھو جب حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کو کہیں بھیجتے تو ان کو یوں وصیت فرماتے۔ اُوصِیْکُمْ وَنَفْسِیْ بِتَقْوَی اللّٰهِ میں تم کو اور اپنے کو تقویٰ الٰہی کی وصیّت کرتا ہوں۔ اور یہ حضور کی انتہائی ذرّہ نوازی ہے کہ غلاموں کی وصیت میں اپنے کو بھی شامل کر لیا (حالانکہ حضور، ہی کا قول ہے۔ (اَنَا اَتْقٰکُمْ وَاَعْلَمُکُمْ بِاللّٰهِ)

(قلمی یاد داشت از مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی)

بے خوفی

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (پ۱۰ ع ۱۲ سورۃ التوبہ)

ترجمہ:۔ جب کافروں کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

پرانے مدرسہ (مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی قدیم عمارت) کے اندر جنات کا بسیرا تھا۔ کوئی بھی ایک دو ماہ سے زیادہ اس مکان میں نہیں رہ پاتا تھا۔ شروع شروع میں جب میں اس میں رہنے لگا، تو میرے سامنے بھی ایسی صورتیں پیش آئیں، ایک روز مغرب کی نماز پڑھ کر آنگن میں چارپائی پر لیٹا تھا کہ اچانک ایک لمبا تڑنگا آدمی درخت کی شکل میں ظاہر ہوا اور بڑھنے لگا۔ میں نے جب دیکھا تو بلند آواز سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ دھواں بن کر

غائب ہوگیا پھر کبھی ایسی صورت نہیں پیش آئی (تقریر کرتے کرتے جب جوش میں آتے تو فرماتے) عبدالعزیز کمزور ضرور ہے، لیکن اپنی ذات پر اب بھی اتنا اعتماد کرتا ہے، کہ اگر پچاس آدمیوں کے بیچ میں تنہا پڑ جائے تو بھی مقابلہ کر سکتا ہے کیوں کہ یہ کچھ فن بھی جانتا ہے۔

فرمایا۔ ایک دنیا دار افسر اگر کسی غریب سے کہہ دے گھبراؤ نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تو ہزار کمزوریوں کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو مضبوط تصور کرے گا، لہذا جس کے ساتھ اللہ ہو اسے ڈرنے کی کیا ضرورت۔

ایک موضع سکٹھی (متصل مبارک پور) میں کسی صاحب کے یہاں میلاد شریف میں حضرت تشریف لے گئے، رات کافی گزر چکی تھی واپسی پر گھر والوں نے سوچا کہ حضرت کو قیام گاہ تک پہنچا دیں، جب گاؤں کے باہر آئے تو فرمایا۔

آپ حضرات گھر واپس تشریف لے جائیں میں باطمینان چلا جاؤں گا، مجھے کوئی خوف نہیں ہے، اللہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ اس کا فرمان ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ (تم جہاں کہیں رہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔)

ایک موقع پر فرمایا۔ عبدالعزیز کسی سے نہیں ڈرتا، ڈرتا ہے تو صرف اللہ سے، میں حق بات کہتے ہیں، دار ہو کہ تختۂ دار کسی کی پرواہ نہیں کرتا ؎

کیا ڈر ہے جو ساری خدائی ہو مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۳۰۹ و ۳۱۰ از مولانا مرغوب حسن قادری جامعہ فاروقیہ بنارس۔)

خوجد کی مسجد چھتن پورہ بنارس میں ۲۴ ر ۵ ر ۷۴ کو حضرت نے ایک تقریر فرمائی جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ہ ۔ پ۳۰ ع ۲۱ سورۃ علق ۔

ترجمہ :۔ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون پھٹک سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب، ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا ۔ (کنز الایمان)

سب سے پہلے قرآن کی یہی آیتیں نازل ہوئیں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جاتے اور پورے انہماک کے ساتھ عبادت میں مشغول رہتے کھانے پینے کا سامان وہیں لے جاتے جب سامان ختم ہو جاتا گھر آتے اور پھر سامان لے جاتے آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو حضرت جبریئل علیہ السلام تشریف لائے اور اِقْرَاْ کہا تو حضور نے فرمایا ۔"مَااَنَا بِقَارِیْ" میں نہیں پڑھتا تو حضرت جبریئل نے تین مرتبہ اپنی پوری طاقت سے حضور کو اپنے سینے سے لگا کر دبایا اور اِقْرَاْ کہا لیکن حضور دو مرتبہ تو "مَااَنَا بِقَارِیْ" فرماتے رہے ۔ تیسری مرتبہ جب حضرت جبریئل نے کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ الخ تو حضور نے پڑھنا شروع فرمایا پھر اس کے بعد فوراً گھر آئے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ" (مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ)

بخاری شریف میں یہ حدیث مفصّل مذکور ہے، یہاں اس کی تفصیل کو نظر انداز کیا جا رہا ہے ۔ پھر فرمایا ۔

بعض لوگ اس "مَااَنَا بِقَارِیْ" سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضور بے پڑھے تھے، تو پہلا سوال یہ ہے کہ اگر بے پڑھے تھے تو کیسے پڑھ لیا اخیر تک پڑھنا نہیں چاہیئے تھا ۔ اور غور کا مقام ہے کہ جو سارے جہان کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہو اور جس کی شان وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۱ہ

۱ہ ع، سورۃ الانبیاء ترجمہ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے (کنز الایمان)

اور سارے جہاں کے لیۓ رحمت ہو، بھلا وہ کیسے بے پڑھا ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں بلکہ آپ ایسے پڑھے پڑھائے تھے کہ سارے جہان کا آپ کو علم تھا ارشاد باری ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا[۲] ۔ اور سکھادیا آپ کو جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور آپ پر خدا کا بڑا فضل ہے۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کو سارے جہان کی اشیار کا علم تھا اور آپ ہر زبان کو جانتے تھے، ارشاد باری ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ساری اشیار کے اسمار کی تعلیم فرمائی، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام صرف ہزار زبانوں میں کلام فرماتے تھے تو بھلا سرکار دوعالم سیدالانبیار صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری زبانوں کا کیوں نہ علم ہو اور ساری اشیار کے اسماء سے کیوں نہ واقف ہوں، یہاں تک کہ حضور کو جانوروں کی بھی زبان آتی تھی، ایک مرتبہ ایک بگڑا ہوا اونٹ اور ایسا بگڑا کہ جس کو پاتا اس کی کھوپڑی اتار لیتا دوڑتا ہوا سرکار کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور آکر اپنا منہ سرکار کے کانوں سے لگایا اور کچھ بڑ بڑا کر چلا گیا، حضور نے ارشاد فرمایا اس کا مالک کہاں ہے اس کو بلاؤ یہ اونٹ شکایت کر رہا ہے کہ میرا مالک مجھ سے طاقت سے زیادہ کام لیتا ہے، میں بوڑھا ہوگیا ہوں میرا خیال نہیں کرتا۔ چنانچہ اس کے مالک کو بلا کر سرکار نے اس کی شکایت سے مطلع کیا اور آئندہ اس کو زیادہ بوجھ لادنے سے منع فرمایا، اسی طرح حضور کی بارگاہ میں جانور آکر شکایت کرتے اور حضور سے گفتگو کرتے، اور حضور اسے باقاعدہ سماعت فرماتے اور سمجھتے، بھلا بتاؤ جو جانور تک کی زبان سے واقف ہو اس کو بے پڑھا، ناواقف کہنا کتنا بڑا ظلم ہے، اور کیسی بے ایمانی ہے انبیاء اور سیدانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیا اولیاء اللہ کو بھی ظاہری تعلیم کے بغیر اللہ تعالےٰ تمام علوم سے سرفراز فرمادیتا ہے۔

---

[۲] پ ۵ ع ۱۴ سورۃ النساء۔

(اس کے بعد حضرت نے کیمیائے سعادت" کے حوالہ سے عوام و خواص کے فرق کو بیان فرماکر فرمایا۔)

ہمارے شہر مرادآباد کے قریب ایک شہر پیلی بھیت ہے وہاں جلد ہی ایک فقیر بزرگ گزرے ہیں حضرت شاہ محمد شیر رحمۃ اللہ علیہ آپ کے وصال کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا تقریبًا ۶۵ رسال ہوا ہے، آپ بظاہر پڑھے لکھے نہ تھے مگر تھے اللہ کے ولی اور بزرگ، تو بھلا ظاہری علم نہ حاصل کرنا ان کو کیا نقصان پہونچا سکتا ہے آپ کی بزرگی دیکھ کر بہت سے لوگ ان کے سلسلہ بیعت میں منسلک ہو گئے، چند ظاہر بیں مولویوں نے دیکھا تو انھیں برا معلوم ہوا اور ان کے مریدین کو عار دلانے لگے کہ کیا جاہل، بے پڑھے لکھے کے مرید ہو گئے، ان کو کیا آتا ہے، تو ان کے مریدین نے کہا اچھا اَن پڑھ سہی لیکن ذرا ایک مرتبہ ان کی بارگاہ عشق میں حاضری تو دے لیجئے، چنانچہ وہ مولوی صاحبان حضرت محمد شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، ان کو دیکھتے ہی فورًا (بعد سلام و مصافحہ) حضرت نے فرمایا۔ آپ لوگ تو عالم دین ہیں اور میں جاہل ہوں میں تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" کا معنی بھی نہیں جانتا اور میں اس کا تو یہ معنی بھی نہیں جانتا، اور میں اس کا تو یہ معنی بھی نہیں جانتا، غرض کہ اسی طرح دو گھنٹہ تک حضرت شاہ صاحب سورہ فاتحہ پر تقریر فرماتے رہے۔ اور وہ مولوی صاحبان بغور سنتے رہے، کہ خود ہی بے شمار تفاسیر و معانی کا انبار لگاتے چلے جا رہے ہیں اور انکار بھی کرتے جا رہے ہیں بس وہ سمجھ گئے کہ واقعی شاہ صاحب نے اگرچہ علم ظاہری نہیں حاصل کیا ہے۔ لیکن خداوند قدوس نے ان کو علم لدنی سے ضرور نوازا ہے اللہ والوں کیلئے علم ظاہری کا حاصل کرنا چنداں ضروری نہیں بس خدا کا فضل اور کسی اللہ والے کی نظر و توجہ درکار ہے چنانچہ فورًا تمام حضرات آپکے مرید ہو گئے اور عقیدتمندوں کے حلقہ میں داخل ہو کر ان کے فضل و منقبت کا اقرار کر لیا۔

(قلمی یادداشت - از محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

تصنیف و تالیف

تصنیفی صلاحیت

ارشاد فرمایا: بفضلہ تعالیٰ تصنیفی صلاحیت مجھے ضرور ملی اور قلم کی قوت بھی۔ مجھے لکھنے پر قدرت تھی جس کا نمونہ المصباح الجدید (عقائد علماء دیوبند) ارشاد القرآن، معارف السنۃ وغیرہ ہیں لیکن قوتِ تصنیف کے باوجود ہمیشہ عوائق وموانع در پیش رہے اور مصروفیات نے گھیر رکھا جس کے باعث میں کچھ نہ لکھ سکا، ایک طالب علم (مولوی محمد عثمان مرحوم) مرقات (علامہ فضل امام خیرآبادی) کی شرح (مصنفہ مولانا عبدالحق خیرآبادی) جس کا درجہ قاضی مبارک کے مساوی ہے) پڑھنا شروع کیا تو ان کے اصرار پر میں نے شرح مرقات کا حاشیہ لکھنا شروع کیا مگر طالب علم موصوف فراغت حاصل کرکے چلے گئے، جس کے باعث یہ حاشیہ ناتمام رہ گیا، اور پھر کوئی ایسا باذوق طالب علم مذکورہ کتاب پڑھنے والا نہ ملا۔ کہ اس کے لئے حاشیہ کی تکمیل ہو سکے۔

(حافظ ملت تمرِ اشرفیہ ص ۱۷۶ (از مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)

پریس لائن اور علماء و عوام کی ذمہ داریاں

پریس اور قلم سے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا۔

ہر مسلمان مذہب و ملت کا ذمہ دار ہے، علمائے کرام زیادہ ذمہ دار ہیں، عوام یہ محسوس کرتے ہیں کہ پریس کی طاقت بھی حفاظت مذہب کے لئے ضروری ہے تو علمائے اہلسنت کا تعاون کریں۔ علماء اہلسنت انشاءاللہ قلمی خدمت بھی کریں گے، اور حتی الامکان کرتے بھی ہیں۔

یہ کھلی اور ظاہر حقیقت ہے کہ سینوں میں جذبۂ تعاون نہیں سینوں کے

کتنے جرائد و رسالے شائع ہوئے، اور اسی بیماری کی نذر ہو گئے، جماعتیں قائم ہوئیں اور اسی مرض کی شکار ہو گئیں۔

(اور یہ سوال کرنا کہ کیا سنی علماء پیچھے ہیں تو) یہ بات ہی غلط ہے کہ سنی علماء وہابیوں سے پیچھے ہیں یہ اور بات ہے کہ وہابیوں، دیوبندیوں میں پروپیگنڈہ ہے وہابیوں دیوبندیوں میں تنظیم ہے، سنیوں میں تنظیم نہیں، یہی وجہ ہے کہ غیروں کا کام منظر عام پر کار نمایاں معلوم ہوتا ہے، اور اپنوں کا کام منظر عام پر اس منزل پر معلوم نہیں ہوتا۔ اتفاق اور انتشار میں بڑا فرق ہے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۷۶، ۷۷)

تصنیف و تالیف اور طباعت

ایک مرتبہ بڑے افسوس اور قلق کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

مجھے لوگوں نے کسی کام کا نہ رکھا غیر اہم اور ضروری کاموں میں مجھ کو ایسا الجھا دیا کہ لکھنے کا کام خاطر خواہ نہ ہو سکا، جس کا مجھے افسوس ہے حالانکہ اوائل عمر میں میرا قلم نہایت برق رفتار تھا، اور اب نہ تو وہ قوت دماغ ہے اور نہ ہی فرصت اس لئے اب میرا مطمح نظر اور میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف الجامعۃ الاشرفیہ کی تکمیل ہے۔

(اور کتاب کی حسن کتابت و طباعت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔)

میرا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ کتابوں کی قیمتیں کم ہوں کیوں کہ مذہبی کتابوں کے پڑھنے والے بالعموم غریب لوگ ہوتے ہیں، اسی لئے جب میں نے فتاوی رضویہ چھپوائی تو اس کی قیمت لاگت سے زیادہ نہیں رکھی، ہمارا مقصد صرف اشاعت ہے نہ کہ تجارت۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۴۱۲، ۴۱۳ از مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی)

دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی ہم آہنگی

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے مولانا عبداللہ صاحب گونڈوی کو دارالعلوم اشرفیہ میں بحیثیت مدرس طلب فرمایا اس وقت ان سے حضرت نے درج ذیل کلمات ارشاد فرمائے :-

مولانا ! آپ کی تشریف آوری سے مجھے بیحد خوشی ہے ، کیوں کہ دارالعلوم صرف عمارتوں کے طویل سلسلہ کا نام نہیں اگر لمبی چوڑی فلک بوس عمارتیں بنائی جائیں ، لیکن تعلیم و تربیت کا معقول انتظام نہ ہو ، تو ایسی پر شکوہ عمارتیں بلاشبہ بے سود ثابت ہوں گی ، آپ جیسے لوگوں کی آمد سے مسرت یہ ہے کہ یہاں دین حنیف کا کام ، تعلیم و تربیت کا اعلیٰ انتظام اس ادارے کے شایان شان ہوگا ، اور آپ لوگ اپنی علمی بصیرتوں اور محنتوں سے اس ادارے کو بام عروج تک پہنچانے میں نہایت اہم کردار ادا کریں گے ، میری تمنا اور خواہش یہ ہے کہ یہاں علوم اسلامیہ اور فنون متداولہ کی تعلیم تو ہوگی ہی لیکن یہاں کے فارغ التحصیل علماء و فضلاء عربی زبان وادب نیز انگلش زبان وادب میں اتنے اونچے مقام پر فائز ہوجائیں یا اتنی اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہوجائیں کہ دنیا کے کونے کونے میں دعوت و تبلیغ اور نشر علوم کے فرائض سے سبکدوش ہونے میں کوئی دقت محسوس نہ کرسکیں ۔

(حافظ ملت - افکار اور کارنامے ۔ ص ۳۶ ، مقالہ از مولانا عبداللہ صاحب گونڈوی مصباحی)

بنیادی کتابوں کی اہمیت

آپ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ علم اونچی کتابوں سے نہیں حاصل ہوتا، بلکہ ابتدائی کتابوں سے حاصل ہوتا ہے اور وہیں سے آگے بڑھنے کی صلاحیت اجاگر ہوتی ہے تم خود ہی غور کرو کہ تشحیذ اذہان کے لئے شرح جامی کتنی ہی اعلیٰ درجے کی کتاب ہو لیکن جو قواعد نحومیر، ہدایۃ النحو وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ شرح جامی کے پڑھنے کے بعد ان میں کیا اضافہ ہوتا ہے؟ اس میں نکتہ بعدالوقوع کا کثرت سے بیان ہوتا ہے، اصول و قواعد کے علل و اسباب کی توضیح و تشریح ہوا کرتی ہے، علمی نقطۂ نگاہ سے یہ تشریحات و توضیحات کتنی ہی اہمیت رکھتے ہوں، اور طلبہ کے ذہن میں ان سے کتنا ہی انجلاء پیدا ہوتا ہو، لیکن در حقیقت جو قواعد اور گرامر ابتدائی کتابوں میں بیان کر دیئے گئے ہیں، اور جن کی ضرورت عبارت خوانی یا عبارت فہمی میں پڑتی ہے۔ ان سے زائد شرح جامی وغیرہ میں کتنا پایا جاتا ہے؟ اس لئے تعلیم کا اسلوب یہ ہونا چاہیئے کہ طلبہ بنیادی کتابوں پر مکمل طور سے حادی ہو جائیں، اور تمرین و مشق کے ذریعہ ان کو قواعد کا استحضار ہو جائے یہی ان کو آگے بڑھنے کی راہیں ہموار کرے گا۔

(حافظ ملت - افکار اور کارنامے ص ۳۹ مقالہ از مولانا عبداللہ صاحب گونڈوی مصباحی)

علم اور عمل

علم کی اہمیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ جواب عنایت فرمایا:-

علم کی اہمیت کا مسئلہ ایسا متفق علیہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں، جاہل سے جاہل بھی علم کو بڑی اہم اور عظیم دولت سمجھتا ہے، دنیا کا

علم بھی عزت واقتدار کا ضامن ہے، چہ جائے کہ علم دین کہ یہ وہ دولت عظمیٰ اور عظمت کبریٰ ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات اور ممتاز کائنات بناتی ہے مگر علم پر عامل ہونا شرط ہے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۷)

حُسنِ نیّت حضرت کا طریقہ، تعلیم وتربیت اتنا مؤثر تھا کہ دلوں کو مسخر کر لیتا تھا، انہوں نے تقریبًا چالیس سال تک اَصَحّ الکُتُبْ بَعدَ کِتَابِ اللّٰہِ "بخاری شریف" کی تعلیم دی، جب بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھاتے تھے تو اپنے تلامذہ کو اِنّمَا الاَعمَالُ بِالنّیاتِ[1] کا درس ایسے دلنشیں انداز میں دیتے جو دلوں میں گھر کر جاتا تھا، اور وہ فرماتے تھے کہ:-

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث پاک سے اپنی کتاب کی ابتدا اس لئے فرمائی کہ وہ طالبان علم حدیث پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ مشکوٰۃ نبوت کے انوار و تجلیات سے اسی وقت مستنیر ہوا جا سکتا ہے جبکہ نیتوں میں اخلاص پیدا ہو جائے اور دنیا پرستی کا منحوس سایہ انسان کے ذہن پر نہ پڑے، (اور بار بار یہ بھی ارشاد فرماتے) خواہ کتنا ہی علم حاصل کر لیا جائے، لیکن اس کا اثر اگر انسان کی زندگی پر نمایاں نہ ہو تو ایسا علم سودمند نہیں ہوتا، اس لئے جو کچھ پڑھا جائے، اور جتنا بھی پڑھا جائے اس عزم اور ارادے سے پڑھا جائے کہ اس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

(حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے ص ۳۸ مقالہ از مولانا عبداللہ گونڈوی مصباحی)

---

[1] اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

آموختہ پڑھنے کا طریقہ

حضرت نے ایک مرتبہ ایک طالب علم جو کہ حافظہ کر رہا تھا اس کو ہدایت فرمائی کہ :-
حافظے کا ایک گُر، یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے اس کو یاد رکھا جائے ، اور آموختہ کبھی دیکھ کر نہیں پڑھنا چاہیئے اس لئے کہ اس سے اس کی قوت نصف ہو جاتی ہے ، آدمی کو قوت دیکھنے سے منتشر ہو جاتی ہے اور فرمایا۔ میرے والد ماجد (حضرت حافظ غلام نور صاحب) مجھے بسا اوقات آموختہ دیکھ کر پڑھتے دیکھتے تو مارنے کو دھمکاتے اور فرماتے کہ حافظہ کا آموختہ ہمیشہ بلا دیکھے پڑھنا چاہیئے البتہ جہاں تشابہ ہو کھول کر قرآن دیکھ لے ۔

حضرت نے اپنے حافظے کی مشاقی کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جوانی کے عالم میں رمضان کے مہینہ میں جب مصلیٰ پر جاتا تو پورا ایک قرآن ختم کر کے مصلیٰ سے ہٹتا اور اس کے باوجود مجھ کو تکان بھی محسوس نہیں ہوتی ۔

(قلمی یادداشت ، از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

مدرسہ

مدرسہ بنانا

ارشاد فرمایا: مسجد بنانا ثواب، سرائے بنانا ثواب، یتیم خانہ بنانا ثواب مگر مدرسہ سب سے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، کیوں کہ اگر علماء نہ پیدا ہوں گے تو ان سب کو کون آباد کرے گا، کون حفاظت کرے گا میں نے مدرسہ کو بہت سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۲۳۵ از مولانا حکیم عبدالغفور صاحب برادر خرد صاحب ملفوظ)

ارشاد فرمایا:-

مدرسہ اور مسجد

اگر کسی نے مسجد کی تعمیر میں حصّہ لیا تو اسے اس مسجد میں ہر نماز پڑھنے والے کا ثواب ملے گا، لیکن اگر وہی شخص دوسری مسجد یا کسی دوسری جگہ نماز پڑھے تو اس کے نماز پڑھنے کا ثواب پہلی مسجد تعمیر کرانے والے کو نہ ملے گا، اور اگر کسی نے مدرسہ کی تعمیر میں حصّہ لیا تو اس مدرسہ سے نماز، روزہ، احکام شرع، اور علوم دینیہ سیکھ کر جانے والا ہر ایک طالب علم جہاں بھی رہے جس جگہ نماز پڑھے، روزہ رکھے، یا اور کوئی کار خیر کرے اس مدرسہ کی تعمیر میں حصّہ لینے والا اس طالب علم کے ہر کار خیر کا ثواب پائے گا۔ اور خود اس مدرسہ کے اندر اساتذہ و طلبہ یا دیگر حضرات کے تعلّم و تعلیم اور عمل خیر کا ثواب مزید برآں ہے

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۱۸۵، ۱۸۶، از مولانا محمد احمد مصباحی

ارشاد فرمایا:-

مدرسہ اور تعلیم

۱- مدرسہ سے طلبہ کا اخراج بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے کسی بیٹے کو عاق کردے یا جسم

سے کسی بیمار عضو کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے، انتظامی مصالح کے پیش نظر اگرچہ یہ شرعًا مباح ہے، لیکن میں اسے بھی اَبْغَضِ مُبَاحَاتُ کی قبیل سے سمجھتا ہوں۔

۲۔ نیکو کار اصلاح پذیر اچھے طلبہ کو چاہنا استاذ کا کمال نہیں، بلکہ شاگرد کا کمال ہے کہ اس نے اپنے آپ کو چاہے جانے کے قابل بنایا، استاذ کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو اس کی اصلاح کرکے اسے چاہے جانے کے قابل بنا دے۔

۳۔ استاذ اپنے شاگردوں کے فکر و ذہن کا معمار اور ان کی سیرت و کردار کا معالج ہوتا ہے، اور ایک معالج کی بہترین جگہ بیماروں کا حلقہ ہے، تندرستوں کی انجمن نہیں ہے۔ جو معالج بیماروں کا قرب برداشت نہ کرسکے اسے کچھ اور تو کہا جائے گا، لیکن معالج نہیں کہا جائے گا۔

(حافظ ملت نمبر صـــ۱۲۴ـــ اشرفیہ از علامہ ارشد القادری مدظلہ)

۴۔ وفات سے چند روز پیشتر آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت صدر الشریعۃ (مولانا امجد علی اعظمی) علیہ الرحمۃ کے طفیل اشرفیہ کو مجھ سے بلا واسطہ کتنا مالی فائدہ پہونچا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے اجمالی تخمینہ کی طرف توجہ کی، یہ فائدہ لاکھ روپے سے متجاوز نظر آیا۔

(حافظ ملت نمبر صـــ۱۶۰ـــ۔ اشرفیہ از محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب)

مدرس کا تقرر حافظ نثار احمد صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں کہ غالبًا ذوالحجہ سنہ ۱۳۸۰ھ کے آخری عشرے میں مولانا غلام محمد صاحب بھیر دی میرے مکان پر آئے اور انہوں نے فرمایا کہ حضرت (حافظ ملت) نے آپ کو یاد فرمایا ہے پیغام سنتے ہی شاداں و فرحاں پرانے مدرسہ حاضر ہوا، سلام و دست بوسی کی اور ادب سے کنارے بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ ایک مولانا صاحب حضرت کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ ۔

حافظ نثار احمد ! آپ کو خیرآباد جانا ہے ، یہ مولانا خیرآباد کے رہنے والے ہیں ، ان کے مدرسہ میں ایک حافظ کی ضرورت ہے ، خیرآباد کوئی دور نہیں ، گویا مبارک پور کا ایک محلہ ہے ، آپ وہاں جائیں ، مولانا کہتے ہیں کہ خیرآباد میں ایک پیر صاحب آئے ہیں جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں ، ان کا کہنا ہے کہ خیرآباد میں بریلیوں میں حافظ ہو ہی نہیں سکتے آپ جائیں انشاءاللہ وہاں حافظ ہوں گے ۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۴۰۷ از حافظ نثار احمد صاحب مبارک پوری)

مدرس ملازم نہیں خادم ہوتا ہے

فرمایا۔ عربی دینی مدارس کے مدرسین کو مدرسہ کا ملازم نہیں تصور کرنا چاہیئے۔ بلکہ خادم تصور کرنا چاہیئے ، اور خدمت ہی سمجھ کر کام کرنا چاہیئے ۔ اگر کوئی ملازم تنخواہ کو ملازمت اور معاوضہ سمجھ کرلے گا تو بس اس کی مثال اس شخص کی ہے جو بھاڑا چلائے اور اس سے پیٹ پالے ۔ اگر خدمت سمجھ کر کام کرے گا تو دین کا بھی فائدہ ہے ، اور دنیا میں بھی فائدہ ہو گا ۔ اور جو تنخواہ ملے اس کو معاوضہ نہیں بلکہ حسن عمل کا نتیجہ تصور کرے ، مجھ کو دیکھو جب حضرت صدرالشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو مبارک پور بھیجا تو فرمایا کہ میں ہمیشہ باہر رہا جس کی وجہ سے میرا ضلع خراب ہو رہا ہے لہٰذا تم کو ملازمت کے لئے نہیں خدمت دین کے لئے بھیج رہا ہوں ، یہ نہ دیکھنا کیا ملتا ہے ، چنانچہ آج تک میں نے نہیں دیکھا کہ مجھ کو کیا ملا اور نہ پوری عمر میں ایک بار بھی میں نے اضافۂ تنخواہ کی درخواست کی ، جب کہ طالب علمی کے زمانہ میں اس وقت میرے لئے دو دو سو کی جگہیں آئیں مگر ملازمت کی وجہ سے میں نے انکار کر دیا ۔

ایک مرتبہ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے از خود میرے پاس درخواست آئی کہ آپ

یہاں صدر المدرسین کی جگہ سنبھالیں اور ساڑھے سات سو روپیہ دیتے کا وعدہ کیا مگر میں نے اس کو پسند نہیں کیا، بس ایک جگہ بیٹھ گیا اور ایسا بیٹھا کہ پھر اب تک نہیں اٹھا، جس کی وجہ سے خدا نے میرے کام میں اور میرے علم میں برکت دی یہ خدا کا مجھ پر فضل عظیم اور بہت بڑا فضل ہے۔

(قلمی یاد داشت، از مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی)

اضافۂ تنخواہ

مدرسین نے اضافۂ تنخواہ وغیرہ دیگر امور کے متعلق ایک درخواست پیش کی، حضرت نے تائید کی، اور فرمایا۔

اس کو کمیٹی کے حوالے کیجیے انشاء المولیٰ تعالیٰ میں ضرور اس پر زور دوں گا، میں نے کبھی یہ نہ چاہا کہ مدرسین کو کسی قسم کی تکلیف اٹھانی پڑے اس لئے کہ جب مدرسین خوش رہیں گے تو کام زیادہ کریں گے، اور جس سے کام لیا جاتا ہے، اس کو ناراض نہیں کیا جاتا، آج اشرفیہ کا یہ عروج اس لئے ہے کہ اس کے مدرسین نے خلوص و جانفشانی سے کام کیا، میں نے اکیلے بھی بہت کام کیا مگر یہ اکیلے کا کام تھا نہیں،

اس کے بعد مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ (شاہزادۂ حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ) نے عرض کیا حضرت! اضافہ کی یہ درخواست دیتے ہوئے ایک عجیب کیفیت محسوس ہو رہی ہے (یعنی دل میں اس کے تکدر کا احساس ہو رہا ہے) اس پر حضرت نے فرمایا۔

اس میں خِفّت محسوس کرنے کی کیا وجہ ہے، حالات بدل چکے ہیں، اخراجات سب کے بڑھ چکے ہیں، اور ہر مدرسہ میں اضافۂ تنخواہ کی لوگ درخواست دے رہے ہیں، آپ لوگوں نے بھی دیا، اس میں کیا بات ہے، ہر آدمی کو کچھ نہ کچھ زمانے کا خیال رکھنا پڑتا ہے، زمانے کو نظر انداز کر کے کوئی بھی نہیں رہ سکتا ظاہر ہے اگر کسی پڑوسی کا لڑکا اچھا کپڑا پہن کر باہر نکلے گا تو دوسرا بھی سوچے گا

کہ میں بھی ان کا مقابلہ کروں میں خراب اور میلا کپڑا نہ پہنوں یہ آدمی کی فطرت ہے، اب وہ زمانہ نہیں رہا اور نہ وہ لوگ، اب حال یہ ہے کہ شروع میں میں نے دو سو کی جگہ چھوڑدی آگرہ کی جامع مسجد سے جگہ آئی مگر میں نے نہیں قبول کیا، جب کہ صرف امامت اور افتار کا کام کرتا تھا، اور یہاں صرف پینتیس روپے میں حضرت صدرالشریعہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھیج دیا، اور یہ کہا کہ دین کی خدمت کرنا، اور یہ مت دیکھنا کیا ملتا ہے، تو آج تک میں نے نہیں دیکھا کہ مجھکو کیا ملا، کلکتہ مدرسہ عالیہ سے صدر مدرس کی جگہ آئی اور تنخواہ ۱۲ سو روپے تھی مگر اس کو بھی قبول نہیں کیا، اس لئے کہ یہاں کام کرتا تھا اور پھر یہ کہ وہ سرکاری مدرسہ ہے وہاں سرکاری محکمے کی بہت ہی پابندیاں کرنی پڑتیں، اور اب تو بفضلہ تعالیٰ ایک پیسہ بھی مدرسہ سے نہیں لیتا مگر کئی سال ہو گئے خدائے تعالیٰ کام چلا رہا ہے (اور غالبًا یہ بھی فرمایا) خدا نے تو وعدہ ہی فرمایا ہے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللہَ یَنْصُرْکُمْ [1] اگر تم اس کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا،

حضرت صدرالشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ اجمیر مقدس میں پڑھا رہے تھے کہ لاہور کی کسی جامع مسجد کے لئے جگہ آئی۔ اور یہ کہا گیا صرف جمعہ پڑھا دینا ہے اور بعد فجر درس قرآن، اپنے بھائی سے مشورہ کیا (یا کسی اور سے) تو انہوں نے کہا حضرت بڑے آرام کی جگہ ہے، تشریف لے جائیے، تو اس پر صدرالشریعہ نے فرمایا۔ میں آرام کے لئے آیا ہوں؟ اب تو نہیں جاؤں گا۔ تنخواہ غالبًا پانچسو روپے تھی۔

(قلمی یادداشت، از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

اسلامی مدرسوں سے انسیت

جامعہ عربیہ انوارالقرآن بلرام پور (گونڈہ) کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائی اور کرسی خطابت

---

[1] پ ۲٦ ع ٥، سورۂ محمد۔

پر جلوہ فرما ہوتے، ہی ارشاد فرمایا۔
انوار القرآن میرا ادارہ ہے، یوں تو سبھی ستی ادارے میرے ہیں۔ مگر
انوار القرآن خاص طور سے میرا ادارہ ہے، اس لئے اس کے ساتھ میری خاص دعائیں ہیں۔
(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۴۶۸ از ڈاکٹر عبدالمجید خاں بلرام پور (گونڈہ)

جنت میں محل کا مستحق

مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی بیان فرماتے ہیں
آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ کی سرگرمیوں میں حیب
بنارس کا دورہ کیا تو میں نے اہل ثروت حضرات کے سامنے اور دیگر لوگوں سے بھی
مخاطب ہو کر فرماتے سنا کہ۔
میاں! جو اس یونیورسٹی میں ایک کمرہ بنائے گا وہ یقیناً جنت میں ایک
محل کا مستحق ہو گا، پھر فرمایا اور یہی مطلب ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ[1]
کا جب تم خدا کے دین کی مدد کرو گے (یہاں پر کمرہ بناؤ گے) تو خدائے تعالیٰ تمہاری
بھی مدد فرمائے گا، اور تمہارے لئے جنت میں ایک کمرہ عطا فرمائے گا۔
(قلمی یادداشت، از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

قوم کے لئے چندہ

مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی تلمیذ صاحب ملفوظ
بیان فرماتے ہیں میں نے جامعہ اسلامیہ روناہی
فیض آباد سے حضور (حافظ ملت) کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ حضور! جامعہ
مالی انحطاط کا شکار ہے اور میں خود اپنے اندر ہمت نہیں پاتا کہ قوم کے سامنے دست
سوال دراز کروں حضور حافظ ملت نے جو جواب عطا فرمایا تھا وہ مجھ جیسے بے شمار

---

[1] پ ۲۶ ع ۵، سورہ محمد۔

افراد کی ہدایت کے لئے کافی ہے ۔)

فرمایا ۔ تمام بلندیاں فدایان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے ہیں خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر صحابہ سے سرمایہ طلب فرمایا ہے، قوم سے قوم ہی کے لئے طلب کرنا نہ عزت نفس کے خلاف اور نہ ہی وجہ شرم ہے، ہاں اپنی ذات کے لئے قوم کے سامنے دست سوال دراز کرنا یقیناً باعث ننگ و عار ہے، خدا اس سے جملہ خادمان دین متین کو محفوظ رکھے، آمین، بجاہ سید المرسلین ۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۳۴۱ ۔ از مولانا قمر الزماں اعظمی سکریٹری، دی ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ)

اشرفیہ کے لئے چندہ

فرمایا ۔ آدمی وہ بیکار ہے جو کام کا نہ ہو، کام کا نام زندگی ہے، اور بیکاری کا نام موت ہے، اس لئے چاہتا ہوں کہ جب تک زندگی باقی ہے کچھ کام دین کا کرتا چلوں، اور سرکار نے بیکاری سے اللہ کی پناہ مانگی ہے حدیث میں ہے ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَ غَلَبَۃِ الرِّجَالِ [1]

یہ مدرسہ کے لئے رمضان میں چندے کا سلسلہ میں نے ہی جاری کیا آج اگر تمام اراکین تیار ہو جائیں اور صرف فصل کے غلے کی وصولی کرنا شروع کردیں تو کافی آمدنی بڑھ جائے، اس لئے کہ حال یہ ہے کہ سارا ہندوستان شہر سے لیکر دیہات تک اس وقت اشرفیہ کی طرف متوجہ ہے اور سب کو اپنوں اور غیروں کو بھی یہ یقین ہے کہ اگر کچھ کام ہو رہا ہے تو وہ اشرفیہ ہیں، ایک میں نے روداد میں

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۶ ۔ عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ۔
ترجمہ :۔ اے اللہ میں تجھ سے غم، بیچارگی، سستی، بزدلی، کنجوسی، قرض اور دشمنوں کے غلبہ سے پناہ طلب کرتا ہوں

دیکھا کہ ایک شخص ہیں حاجی عبدالرشید متصلب اور دیندار شخص ہیں ان کا چندہ صرف دس روپے ہے، مجھ کو حیرت ہوئی کہ ان کا چندہ اتنا ہو، ہی نہیں سکتا۔ بہر حال میں نے پھر ارادہ کیا کہ اب کی مرتبہ حاجی صاحب سے کم سے کم پچاس روپے کا چندہ لینا ہے، رمضان شریف میں مئو گیا اور ساتھ ہی مفتی (عبدالمنان) صاحب بھی تھے، جاکر بیٹھے تو انہوں نے روداد دیکھا اور کہا کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ کہاں کیا ہو رہا ہے، اور کون کیا کر رہا ہے، میں سچ کہتا ہوں کہ اس وقت اشرفیہ پورے انڈیا کو تھامے ہوئے ہے۔ یہ ان کے الفاظ تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا مطالعہ کتنا وسیع ہے۔ اور سارے مدارس پر ان کی نظر ہے، ہر جگہ کی خبر رکھتے ہیں، چوں کہ وہ جانتے ہیں، ہر طرف اشرفیہ ہی کے فارغ شدگان کام کر رہے ہیں، جدھر دیکھئے انھیں کا بول بالا ہے، تو انہوں نے کہا۔

اس کے بعد حاجی صاحب اندر گئے اور پھر آکر پانچ انگلی دکھائی میں نے سمجھا پچاس روپے (دس روپئے کے مقابلہ میں پچاس بہت ہے) اور فوراً ایک رسید مفتی صاحب نے پچاس روپے کی کاٹ دی تو دیکھ کر کہا یہ کیا لکھ دیا؟ میں نے کہا پچاس روپے تو فرمایا نہیں پانچ سو لکھئے یہ آج سے تقریباً پچیس یا تیس سال پہلے کا پانچ سو ہے جب کہ اشرفیہ کے عروج کا آغاز تھا۔

(قلمی یادداشت، از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

شخصیات

مولانا عبدالحق خیرآبادی

ایک مرتبہ مولانا عبدالحق خیرآبادی ابن علامہ فضل حق خیرآبادی ابن علامہ فضل امام خیرآبادی کے بارے میں فرمایا کہ — وہ جامعہ ازہر مصر پہنچے وہاں ایک جگہ منطق کی مشکل واہم اور معرکۃ الآرا کتاب "الافق المبین" پڑھائی جارہی تھی، مولانا عبدالحق صاحب بھی اس درس گاہ میں پہنچے، اور طلبہ کی صف میں بیٹھ گئے، استاذ کی ان سے کوئی شناسائی نہ تھی، دوران درس استاذ نے ایک تقریر کی اس پر مولانا نے اعتراض کیا استاذ نے اس کا جواب دیا اس جواب پر مولانا نے سات اعتراضات قائم کردیئے، استاذ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا، آپ مولانا عبدالحق خیرآبادی ہیں۔ الافق المبین کے اس سوال پر میرے مذکورہ جواب کے بعد سات اعتراضات قائم کرنے والا آج دنیا میں مولانا عبدالحق خیرآبادی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا،

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۸۶، ۱۸۷، از مولانا محمد احمد مصباحی شیخ الادب جامعہ اشرفیہ)

لہ شمس العلماء مولانا محمد عبدالحق خیرآبادی دہلی میں ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے والد گرامی (علامہ فضل حق خیرآبادی) نے تربیت کے ساتھ ساتھ تدریس وتعلیم کا بھی سلسلہ شروع کیا، ہاتھی اور پالکی پر دربار آتے جاتے وقت درس دیتے، ۱۶ر سال کی عمر میں تمام درسیات منقول ومعقول سے فارغ کردیا۔

مولانا کا آبائی وطن خیرآباد بھی علم وادب کا گہوارہ تھا، شاہی زمانے میں لکشنری رہ چکا تھا، خیرآباد اور دہلی کی علمی صحبتوں نے کم عمری ہی میں مرتبۂ کمال کو پہونچا دیا تھا، اس کے ثبوت میں درج ذیل عبارت پیش ہے۔

(حاشیہ) ایک مرتبہ علامہ فضل حق خیرآبادی قاضی کا حاشیہ تصنیف فرمارہے تھے، ایک روز کسی ضرورت سے اٹھ کر کاغذات یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے، مولانا عبدالحق جن کی عمر اس وقت ۱۴ر سال تھی، باپ کے کمرے میں داخل ہوئے اور عبارت کے آگے ایک صفحہ اپنے قلم سے تصنیف کر گئے، علامہ نے آکر دیکھا تو دریافت کیا کہ کیا ابن میاں کمرے میں آئے تھے، وہ صفحہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس صفحہ کو بجنسہٖ رہنے دیا۔

ہنگامہ ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں مولانا الور میں مقیم تھے، پھر دہلی پہونچ گئے، وہاں سے والد ماجد کے ساتھ اواخر ستمبر ۱۸۵۷ء میں خیرآباد کے لئے روانہ ہوئے، باپ کی گرفتاری پر لکھنؤ پہونچکر پیروکاری کی (علامہ کے) جزیرۂ انڈمان جانے کے بعد کچھ عرصہ خیرآباد میں گزرا، اس کے بعد نوابوں کی طلبی پر ٹونک رامپور، اور حیدرآباد میں قیام کیا، مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مدرسہ عالیہ رامپور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

حضرت شاہ اللہ بخش تونسوی (متوفی ۱۳۱۹ھ) سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے، ۲۲ر شوال المکرم ۱۳۱۶ھ میں عالم جاودانی کو رونق بخشی، احاطۂ درگاہ مخدوم شیخ سعد میں اپنے دادا مولانا فضل امام سے کچھ فاصلے پر مسجد سے متصل فصیل کے نیچے جانب شمال مدفون ہوئے، مولانا فضل امام کے استاذ عبدالواحد کی قبر اسی احاطۂ درگاہ میں مخدوم صاحب کے مزار کی مشرقی جالی کی جانب بیرون فصیل ہے۔

تصنیفات:- مولانا کی متعدد تصنیفات ہیں بعض داخل درس بھی ہیں جن میں اکثر چھپ گئی ہیں:-

۱۔ حاشیہ قاضی مبارک ۲۔ حاشیہ غلام یحییٰ ۳۔ حاشیہ حمد اللہ
۴۔ حاشیہ میرزاہد امور عامہ ۵۔ شرح ہدایۃ الحکمۃ ۶۔ شرح مسلم الثبوت
۷۔ شرح کافیہ (تسہیل الکافیہ) ۸۔ شرح سلاسل الکلام ۹۔ جواہر غالیہ

(حاشیہ)
١٠ - رسالہ تحقیق تلازم ١١ - شرح مرقات ١٢ - التحفۃ الوزیریہ -
١٣ - زبدۃ الحکمۃ ١٤ - حاشیہ عقائد عضدیہ ١٥ - شرح الحواشی الزاہدیہ
علی ملا جلال - (از باغی ہندوستان ملخصاً)

والد علامہ فضل حق خیر آبادی:- عمری حنفی ماتریدی چشتی ١٢١٢ھ میں
پیدا ہوئے اپنے والد مولانا فضل امام صاحب کے شاگرد ہیں، اور حدیث کا درس
مولانا عبد القادر (محدث) دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی) سے لیا چار ماہ میں
قرآن مجید حفظ کیا اور تیرہ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی،

شاہ دھومن دہلوی کے مرید تھے، علوم منطق و حکمت، فلسفہ و ادب اور
کلام و شعر میں اپنے ہم عصر میں سب سے بلند تھے، اور اعلیٰ قسم کی قوت آخذہ
کے مالک تھے، ان کی نظم کے اشعار چار ہزار سے زیادہ ہوں گے، دور دراز سے
طلبہ طلب علوم کے لئے آتے اور آپ سے مستفید ہوتے ...،

انگریزوں نے فساد ہند کے دوران قید کر کے جزیرۂ انڈمان بھیج دیا۔
اور اسی جگہ ١٢ صفر ١٢٧٨ھ میں وفات ہوئی۔

تصانیف:- ١ - الجنس الغالی فی شرح الجواہر الغالی، حاشیہ شرح سلم
قاضی مبارک، حاشیہ افق المبین، حاشیہ تلخیص الشفا، الہدیۃ السعیدیہ در حکمۃ طبعی
رسالہ تحقیق العلوم والمعلوم، الروض المجود فی تحقیقۃ الوجود، رسالہ تحقیق الاجسام،
رسالہ تحقیق کلی طبعی و تشکیک در ماہیات، تاریخ غدر ہندوستان۔

(تذکرہ علماء ہند ص ١٦٤، ١٦٥)

دادا مولانا فضل امام خیر آبادی، فاروقی شیخ مولوی سید عبد الواحد خیر آبادی
کے شاگرد رشید تھے، شاہجہاں آباد (دہلی) میں صدر الصدور کے منصب پر
فائز تھے، انگریزی حکومت میں ایک امتیازی عزت و وقار کے حامل تھے۔
رسالہ میر زاہد اور میر زاہد ملا جلال پر حواشی ثبت فرمائے۔ (بقیہ ص ٦٨ پر)

مولانا سلامت اللہؒ

زمانہ:۔ حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے پائے کے عالم اور بزرگ تھے، ان کی تنخواہ صرف بارہ روپے تھی، بہت کوششیں کی گئیں کہ حضرت اس میں کچھ اضافہ فرمالیں۔ مگر حضرت نے قبول نہیں کیا اور فرمایا میرا میرے بچوں کا خرچ اتنے میں چل جاتا ہے اس لئے اس میں اضافہ کی میں ضرورت نہیں محسوس کرتا، آپ اتنے پائے کے بزرگ اور عالم تھے، مگر نہایت معمولی کھانا پہننا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی قبلہ حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت نے پوچھا آپ کون سا کھانا کھائیں گے، عام یا خاص، عام کھانا تو وہ ہے جو عام طور سے میں کھاتا ہوں، اور خاص وہ ہے جو پُرتکلف طریقے سے اور خاص اہتمام سے مہمانوں کے لئے بنائے جاتے ہیں، حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ بڑے ہی نفاست پسند اور رئیسانہ مزاج کے آدمی تھے، مگر حضرت کے اس کہنے کے بعد عرض کیا میں حضرت ہی کے ساتھ کھانا کھاؤں گا، مجھے ان پُرتکلف کھانوں کی ضرورت نہیں، جب وقت ہوا اور کھانا سامنے آیا تو حضرت نے فرمایا کھانا حاضر ہے کھائیے حضرت کے ساتھ کھانا شروع کیا، ایک ہی لقمہ توڑ کر روٹی منہ میں ڈالا اب وہ نہ حلق سے اترے اور نہ ہی اگلتے بنے، اس لئے کہ بے چھنے آٹے کی اور وہ بھی جَو کی موٹی موٹی روٹی تھی، کہ اتنے میں خادم نے دستک دی دروازہ

علوم عقلیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، فارسی قواعد میں آمدنامہ لکھی لکھنؤ کے چند علماء کا تذکرہ تحریر فرمایا جو مبتدیوں کے لئے مفید ہے، ۵ ر ذی قعدہ ۱۲۴۳ھ کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت مکیں ہوئے۔

(تذکرۂ علمائے ہند ص ۱۶۲)

کھلا تو میں نے کہا، مولانا آپ کا کھانا تو آگیا، پھر نہایت ہی پر تکلف کھانا حضرت صدر الافاضل کے سامنے رکھا گیا، اس سے ان کی بزرگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اور یہ بھی آپ کی بزرگی کی دلیل ہے کہ حضرت شیر محمد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیلی بھیت میں انتقال فرمایا تو آپ ہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ حضرت نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کو تیار کر کے رکھ دینا ایک صاحب ٹرین سے آئیں گے وہی نماز پڑھائیں گے، چنانچہ جنازہ تیار ہے اور امام کا انتظار ہو رہا ہے ادھر حضرت شاہ سلامت اللہ صاحب قبلہ یک بیک درس گاہ سے اٹھے اور فوراً ٹرین پر سوار ہوئے اور پیلی بھیت پہنچے دیکھا تو جنازہ تیار ہے، بس فوراً مصلی پر گئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔

(قلمی یادداشت، از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

لہ حضرت مولانا مفتی شاہ سلامت اللہ صاحب نقشبندی مجددی رام پوری علیہ الرحمۃ تیرہویں صدی ہجری کے مایۂ ناز عالم دین، جامع شریعت وطریقت عارف کامل اور سچے عاشق رسول تھے، قطب الارشاد علامہ شاہ محمد ارشاد حسین صاحب مجددی رامپوری علیہ الرحمۃ سے شرف تلمذ تھا، اور ان کے اجلۂ خلفاء میں شمار تھا، سنہ ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے، سنہ ۱۳۳۸ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ بلوغ المرام اردو رد غیر مقلدین، احکام الملۃ الحقہ فی تفسیق قاطع اللحیۃ اردو، التحفۃ المنصفیہ و الهدایہ الاحمدیہ فی ادلۃ سماع الموتی دحیاتہم السرمدیہ اردو۔ (گیارہویں شریف۔)

اشرفی میاں علیہ الرحمۃ[1]

مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی بیان فرماتے ہیں کہ میں اور مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی حضرت حافظ ملت کے حضور سلسلۂ معمریہ میں طالب ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے کہ اس کے ذریعہ غوث پاک سے صرف چار واسطہ ہے اور روحانی فیوض و برکات سے محظوظ ہونے کا زیادہ موقع ملے گا، مقصد جان کر حضرت نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا۔

حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ بڑی خصوصیتوں کے مالک تھے ان میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نہایت خوب صورت وجیہ اور لانبے تھے، اب تک آپ جیسا چہرہ دیکھنے میں نہیں آیا آپ کا لقب شبیہ غوث تھا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو عالم خواب میں دیکھنے والوں نے اس کی شہادت دی ہے اور ان کے شبیہ غوث ہونے کا اقرار کیا ہے۔

اسی مجلس میں (غالبًا) یا کسی دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ کے ہندو بھی مرید و معتقد تھے، یہ سن کر ہمیں دل ہی دل میں شبہہ گزرا کہ یہ تو مناسب نہیں معلوم ہوتا ہندو جب مسلمان ہی نہیں تو ان کو مرید کرنا چہ معنی؟ دل میں یہ خیال آتے ہی ارشاد فرمایا۔ ہندوؤں کو مرید کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو مسلمان ہی کر لیا جائے۔ بلکہ ان کو مرید محض اسلئے کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں سے ان کے اندر جو بغض اور دشمنی ہے وہ کم ہو جائے۔

(قلمی یادداشت ۔ از مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی)

---

[1] اسم گرامی سید علی حسین کنیت ابو محمد لقب خاندانی شاہ پیرا در اعلیٰ حضرت خطاب سجادہ نشیں سرکار کلاں اور تخلص اشرفی تھا، سلسلۂ نسب کئی واسطوں سے حضرت

(حاشیہ) غوث اعظم عبدالقادر جیلانی (علیہ الرحمۃ) سے ملتا ہے،

آپ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مولانا گل محمد صاحب خلیل آبادی سے حاصل کی، پھر مولوی امانت علی کچھوچھوی، مولوی سلامت علی گورکھپوری اور مولوی قادر بخش کچھوچھوی سے حاصل کی۔ ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں اپنے برادر کلاں شاہ ابو محمد سے بیعت کی، ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں آپ کی شادی حمایت اشرف کی، صاحبزادی سے ہوئی، ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں آپ نے آستانۂ اشرفیہ پر ایک سال چلہ کشی کی، اس کے علاوہ آپ نے حضرت سید عبدالقدیر خلیفہ سید شاہ علی سجادہ نشیں بغداد شریف سے بھی اکتساب فیض کیا۔

۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں آپ سجادہ نشینی پر متمکن ہوئے، چار بار حج بیت اللہ کیا، پہلی بار ۱۸۷۷ء میں دوسری بار ۱۹۰۵ء میں تیسری بار ۱۹۲۰ء میں اور چوتھی بار ۱۹۳۳ء میں ...... گاہے بہ گاہے اُردو فارسی اور ہندی اشعار بھی کہتے تھے، لیکن یہ اشعار آپ کے مسلک کے مطابق روحانیت میں ڈوبے ہوئے ہوتے تھے، آپ کا پورا کلام عارفانہ ہے یہ "تحائف" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

وفات ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔

(تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۲۴۵، ۲۴۶، از جناب محمد دین کلیم قادری پاکستان)

حافظ ملت نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ کا مقام[۱]

حضور اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کے بعد زہد اور تقویٰ، اتباع سنّت، علم و فضل، خدمت دین میں حضرت صدر الشریعۃ (مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی) قبلہ علیہ الرحمۃ کا پہلا مرتبہ ہے، اس جامعیت میں موصوف منفرد ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ کا علمی وقار تو غیروں کو بھی مسلم ہے، اپنوں کا تو یہ عالم ہے کہ حضرت مولانا شاہ سید احمد اشرف صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ فرزند رشید حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے بھاگل پور کی کانفرنس میں علمائے اہلسنت کا تعارف کرایا۔ اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرایا تو فرمایا، یہ علم کی لائبریری ہیں۔

حضرت صدر الافاضل (مولانا نعیم الدین) مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھو چھہ مقدسہ کے مجمع عام میں حضرت قبلہ کا تعارف کراتے ہوئے، آپ کے علم و فضل کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔

(آپ) اعلیٰ حضرت کے احب الخلفاء ہیں، اس سے اعلیٰ حضرت کی محبت معلوم ہوئی، اعلیٰ حضرت نے جو دینی خدمت آپ کو سپرد کیں، ان سے آپ کا علمی وقار ظاہر ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ فرمایا "تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا" اعلیٰ حضرت نے کسی کی بے جا تعریف کبھی نہیں فرمائی، اپنی نماز جنازہ کے لئے یہ وصیت فرمائی "حامد رضا خاں وہ دعائیں جو کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں، خوب از بر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں، ورنہ مولوی امجد علی"۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۷۳، ۷۴)

---

[۱] صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن

(حاشیہ) مولانا خیرالدین قدست اسرارہم (۱۲۹۶ھ—۷۹-۱۸۷۸ء) میں قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد اور جد امجد فن طب اور علم و فضل میں باکمال تھے، اپنے جد امجد بعد ازاں اپنے بڑے بھائی مولانا صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے علوم و فنون کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری ثم جونپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۲۶ھ—۱۹۰۸ء) سے اکتساب فیض کے لئے مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخل ہوئے، علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حجۃ العصر شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ (م ۱۳۳۴ھ — ۱۹۱۶ء) کی خدمت میں مدرسۃ الحدیث (پیلی بھیت) میں حاضر ہوکر درس حدیث لیا۔ اور سند فراغت حاصل کی ..... حکیم عبدالولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے علم طب حاصل کیا ۲۴ھ سے ۲۷ھ تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔ اس کے بعد ایک سال تک پٹنہ میں مَطَب کرتے رہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو مدرسہ منظر الاسلام بریلی کے لئے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی۔ استاذ گرامی مولانا وصی احمد محدث سورتی کے ارشاد پر آپ مطب چھوڑ کر بریلی شریف چلے گئے ... اور سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے تقریباً ۱۸ برس شیخ کامل کے فیوض و برکات سے مستفیذ ہوئے اور کمال عروج کو پہونچے۔ ایک طویل عرصہ تک مدرسہ منظر اسلام بریلی میں فرائض تدریس انجام دیئے۔

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں بحیثیت صدر مدرس دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف چلے گئے۔ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء میں پھر بریلی شریف چلے آئے اور تین سال تک قیام رہا۔ بعد ازاں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں (علی گڑھ) کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ میں تشریف لے گئے۔

(حاشیہ) ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء تک داؤون میں قیام رہا، اس کے بعد ایک سال مدرسہ مظہرالعلوم کچی باغ بنارس میں رہے، بعدازاں ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء تک منظر اسلام بریلی میں درس دیا۔

داؤون (علی گڑھ) میں قیام کے دوران امام ابوجعفر طحاوی حنفی قدس سرہ ۳۲۴ / ۹۳۳ء کی مشہور کتاب "شرح معانی الآثار" پر حاشیہ لکھنا شروع کیا اور سات ماہ کی مختصر مدت میں نصف اول پر مبسوط حاشیہ تحریر فرمایا۔ یہ حاشیہ باریک قلم سے ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں ۳۵، ۳۶ سطریں ہیں۔

دوسری تصنیف فتاوی امجدیہ ہے جو علمی تحقیقات پر اپنی مثال آپ ہے اور بہار شریعت مسائل فقہیہ میں آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے جسے بجا طور پر فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کہا جا سکتا ہے، آپ نے کل سترہ ۱۷ حصے تصنیف فرمائے اور باقی ماندہ تین حصے آپ کے لائق اخلاف نے مکمل کئے اس وقت مکمل بیس حصے زیور طباعت سے آراستہ ہیں۔ (ملخصاً)

(از مقالہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ لاہور منسلک اسلامی اخلاق وآداب)

امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمۂ قرآن بنام کنزالایمان آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

تصنیف وتالیف کے علاوہ آپ ایک اچھے معلم اور سلجھے ہوئے ماہر تعلیم بھی تھے۔ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی آپ کے فضل وکمال کا یوں اعتراف کرتے ہیں۔

مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنھیں میں منتخب جانتا ہوں۔ (تذکرۂ علمائے اہل سنت) ص ۵۳)

اور ۲۶-۱۹۲۵ء میں جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے میٹرک سے

(حاشیہ) نے کر ایم ۔ اے تک دینیات کی جماعتوں کے لیے ایک جدید نصاب کی ضرورت پیش آئی تو دیگر ماہرین کے زمرے میں آپ بھی شریک تھے ، جس کا تذکرہ مولانا سید سلیمان ندوی نے کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۲۶ء)

آپ بریلی شریف کے دوران قیام ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء میں پہلی مرتبہ حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے (الیواقیت المہریہ ص۸)

دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادے سے بمبئی پہنچے تھے کہ ۲ ذی قعدہ / ۶ ستمبر دوشنبہ / ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء رات کو ۱۲ بجکر ۲۶ منٹ پر عالم جاودانی کو تشریف لے گئے ۔ درج ذیل آیت مبارکہ مادۂ تاریخ ہے ۔

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝

۱۳ ۶۷

اصلاحیات

نمونۂ عمل

حضرت سے جب یہ سوال کیا گیا کہ۔ کچھ ایسے افراد کی نشاندہی فرمائیں جو آپ کی زندگی کا نمونۂ عمل ہیں؟ اس استفسار پر ارشاد فرمایا؟۔

نمونۂ عمل کردار سے بنتا ہے، جو کردار لیتا ہے، وہ نمونۂ عمل بنتا ہے، میں نے چالیس سال اشرفیہ مبارک پور میں تدریسی خدمت انجام دیں، بڑے بڑے قابل فاضل ہوئے، جو کردار اپنائے گا، وہ نمونۂ عمل بنے گا، پڑھانا میرے اختیار میں تھا، پڑھا دیا نمونۂ عمل بنانا میرے اختیار سے باہر ہے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ، ص ۷۳)

ستر عورت

آپ کے وطن مالوف قصبہ بھوجپور میں ماسٹر ابراہیم صاحب (جو نیکر پہننے کے عادی تھے) حضرت سے استفسار کیا کہ گھٹنے کھولنے کی ممانعت کیوں ہے؟

آپ نے فرمایا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلرُّکْبَۃُ عَوْرَۃٌ ماسٹر صاحب مطمئن نہیں ہوئے۔ کہا ضرور ہے لیکن دل مطمئن نہیں ہوتا، عقل قبول نہیں کرتی، فرمایا۔ اچھا اب دل و دماغ کا اطمینان بھی حاصل کر لیجیے، بتائیے کوئی عضو بدن یا ہڈی ہی ہو، تو اس کا حکم یکساں ہونا چاہیئے یا مختلف کہا یکساں پوچھا گھٹنے سے لے کر کولہے تک ایک ہی ہڈی ہے یا مختلف، کہا ایک ہی ہے، تو فرمایا گھٹنے کے حصّے کو کھولتے ہوئے جب کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی، تو آخر کولھے کے حصّہ کو کھولنے میں عار کیوں ہے۔ اس عقلی استدلال پر ماسٹر صاحب جھوم اٹھے اور پورے طور پر مطمئن ہو گئے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۱۱ از ڈاکٹر شکیل گھوسوی)

مسلمان کی کامیابی کا راز

فرمایا۔! خلاف شرع عمل مسلمان کیلئے کسی طرح جائز نہیں مسلمان وہی ہے جو اللہ و رسول کا فرماں بردار ہے، یہ مسلمان کی غلط روی ہے کہ وہ خود ہی بدعمل بدکردار ہو رہے ہیں۔ اسی لئے حکومت کو جرأت ہو رہی ہے۔ ورنہ مسلمان واقعی پختہ مسلمان عامل شریعت ہوتے تو ان کی برتری اور کامیابی، فیروز مندی کا تو وعدہ ہے، مگر بشرط ایمان و اسلام، نام کا نہیں۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۶)

پند و نصائح

نماز میں خشوع و خضوع کیونکر پیدا ہو؟

ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا حضرت! میں نماز پڑھتا ہوں مگر خشوع و خضوع حاصل نہیں ہوتا، بلکہ بعض دفعہ پڑھتے پڑھتے اکتاہٹ محسوس ہونے لگتی ہے اس کے لئے کون سی تدبیر اختیار کروں)

فرمایا۔ جی ہاں بندۂ مومن کے لئے نماز سے زیادہ اہم چیز اور کیا ہے۔ جب بندہ نماز پڑھے تو اپنے قلب و جگر کو ہر چہار جانب سے موڑے اور یہ سوچ کر مصلیٰ پر کھڑا ہو کہ میں احکم الحاکمین کی بارگاہ میں کھڑا ہوں اور اس کو دیکھ رہا ہوں، اگر دل میں یہ بات نہ آئے تو اس یقین کے ساتھ پڑھے کہ میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے، آپ اس طرح پڑھ کر تو دیکھیں۔

(چنانچہ انہوں نے ایسے ہی نماز پڑھنی شروع کی پھر چند ہفتے کے بعد خط لکھا کہ حضرت کے فرمان پر اس نے عمل کیا واقعی حضرت نے جو تدبیر بتائی تھی، وہ کارگر ہوئی، اب نماز میں طبیعت بیحد لگتی ہے۔)

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ، ص ۳۱۰، ۳۱۱ - از مولانا مرغوب حسن قادری جامعہ فاروقیہ بنارس)

دعائے قنوت کا تقاضا

حافظ ملت فرماتے ہیں۔ مجھے دور طالب علمی ہی میں تقریر کی پوری مشق ہو گئی تھی، اور کسی بھی موضوع پر ایک گھنٹہ تقریر کر سکتا تھا میں نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا مجھے کوئی بھی موضوع دیدیا جائے ایک گھنٹہ تقریر کروں گا، لوگوں نے معروف "دعائے قنوت" میری تقریر کا عنوان تجویز کیا میں نے

اس پر ایک گھنٹہ برجستہ تقریر کی۔

اس دعائے قنوت میں توکل، ایمان، شکر، کفران نعمت، عبادت، نماز وغیرہ کا مضمون تو ہے ہی، مگر میں نے وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ پر خاص روشنی ڈالی، بتایا رب العالمین کے حضور کھڑے ہو کر روزانہ اقرار کیا جاتا ہے کہ ہم جدا ہوتے ہیں اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیری نافرمانی کرے"۔ لیکن اس اقرار کے مطابق عمل کہاں تک ہوتا ہے یہ تو ہر فاجر اور خدا کے نافرمان سے قطع تعلق کا اقرار ہے، اور کافر و مرتد تو سب سے بڑا فاجر اور نافرمان خدا ہے، اس سے تعلق اور دوستی بھلا کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ، ص ۱۸۶ از مولانا محمد احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ)

اخلاق اور استقلال کی برکت

(مولانا سید رکن الدین اصدق ادارۂ شرعیہ پٹنہ نے بیان فرمایا کہ دستار بندی کے بعد ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ کی صبح جب میں اپنے آقائے نعمت حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے بلا کر قریب بیٹھایا اور اچھوتے انداز میں فرمایا۔

سید صاحب رات کی دستار بندی کے بعد آپ کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہو گیا ہے، اور اب آپ گھر سے باہر تک دوسری ہی نگاہ سے دیکھے جائیں گے، — مگر ماشاء اللہ جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ ہیں، مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، البتہ بحیثیت استاذ صرف ایک بات کہنی ہے اور یہ کتاب میں پڑھ کر نہیں چالیس سالہ تجربہ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں کہ اگر آدمی کے اندر دو چیزیں پیدا ہو جائیں تو انسان کیا۔ قدموں کے نیچے کی کنکریاں بھی

اس کا احترام کریں گی ــــ ایک اخلاق ، اور دوسرا استقلال ۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص۲۹۷ ۔ از مولانا سید رکن الدین اصدق ادارۂ شرعیہ پٹنہ)

اصابت رائے

مولانا عبد اللہ خاں صاحب عزیزی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس ذرۂ ناچیز نے عرض کیا کہ حضور! تمثیلات قرآنیہ کے عنوان پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں کیوں کہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب نہیں ۔ اس پر حضرت نے نہایت ہی حکیمانہ تفہیم فرمائی ۔

اگر تمثیلات قرآنیہ پر کوئی مستقل کتاب تمہاری نگاہوں سے نہ گزری ہو ، لیکن یہ ناممکن ہے کہ ہمارے اسلاف اور ائمۂ تفسیر نے اس عنوان کو تشنہ چھوڑا ہو ، تم قرآن حکیم کی تفسیروں کا بغور مطالعہ کرو جہاں جہاں تمثیلات پائی جاتی ہیں ان مقامات پر اپنا غور و فکر جاری رکھو ، اور متعلقہ مباحث کو تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی ، تفسیر کشاف زمخشری ، انوار التنزیل بیضاوی میں بھی بغور پڑھو ، جب تم کو آیات تمثیلیہ کے مطالعہ کا ایک قسم کا ذوق پیدا ہو جائے ، اور ان کے اسرار و رموز پر تم کو ایک گونہ عبور حاصل ہو جائے تو تم اس عنوان پر قلم اٹھا سکتے ہو۔ سرسری مطالعہ کے بعد تمام عنوانات پر قلم اٹھانا نہ صرف جہالت کی دلیل ہے بلکہ خطرناک حد تک کبھی کبھی جادۂ مستقیم سے ہٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے ، اور تم تو ایک اہم عنوان پر خامہ فرسائی کرنا چاہتے ہو ، تمہارے اوپر لازم یہی ہے کہ اس کے تمام اطراف و جوانب کا احاطہ کرلو ۔

(حافظ ملت ــــ افکار اور کارنامے ص ۳۹
مقالہ از مولانا عبد اللہ صاحب گونڈوی مصباحی)

کام نہ کہ نام

فرمایا۔ آدمی کو کام کرنا چاہیئے، شہرت اور ناموری کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیئے، کام کرو خود ہی اس کے صدقے میں نام اور شہرت حاصل ہو گی اور جو شہرت کی فکر میں پڑتا ہے، وہ اصل میں کام نہیں کرتا نام کرتا ہے۔ اسی طرح آدمی کو منصب اور عہدے کی خواہش نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ کام کرتے رہنا چاہیئے، منصب اور عہدے خود ہی اس کا قدم چومیں گے۔

(معتقدین اگر آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے اداروں کا نام مدرسہ عزیزیہ یا دارالعلوم عزیزیہ رکھتے تو حضرت فرماتے۔)

کام کرنا چاہیئے نام کی کیا ضرورت اور اگر نسبت ہی کی ضرورت تھی تو حضور غوث پاک کی طرف منسوب کر کے مدرسہ غوثیہ، پھر اعلیحضرت کی طرف منسوب کر کے مدرسہ رضویہ رکھنا چاہیئے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۱۰، ۱۱۱۔
از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی رکن المجمع الاسلامی مبارک پور)

آخرت کی پہلی منزل

دنیا چند روزہ ہے اس کی راحت و مصیبت سب فنا ہونے والی ہے یہاں کسی کی دوستی اور دشمنی سب ختم ہونے والی ہے دنیا سے چلے جانے کے بعد بڑے سے بڑا رفیق و شفیق بھی کام آنے والا نہیں، بعد مرنے کے صرف خدا، اور اس کے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہی کام آنے والے ہیں۔ سفر آخرت کی پہلی منزل قبر ہے، اس میں منکر نکیر آ کر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے، اسی کے ساتھ نبی کریم رؤف و رحیم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق مردے سے دریافت کرتے ہیں۔ مَا تَقُوْلُ فِی ھٰذَا الرَّجُل ، یعنی حضور کی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہیں کہ ان کی شان میں تو کیا کہتا ہے؟ اگر اس شخص کو نبی کریم علیہ الصّلاۃ والتسلیم سے عقیدت و محبت ہے تو جواب دیتا ہے کہ یہ تو ہمارے آقا و مولیٰ اللہ کے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان پر تو ہماری عزت و آبرو جان و مال سب قربان اس شخص کے لئے نجات ہے۔

اور اگر حضور سے ذرہ برابر کدورت ہے دل میں آپ کی عظمت و محبت نہیں ہے جواب نہیں دے سکے گا، یہی کہے گا میں نہیں جانتا۔

(حافظ ملت نمبر ص ۹۶ ماہنامہ اشرفیہ)

معمولات پر ہمیشگی برتو

ایک بار ایک صاحب بیعت ہوئے انہوں نے عرض کیا حضور! سنا ہے کہ زیادہ درود شریف پڑھنے سے نقصان ہے۔

فرمایا۔ نہیں نقصان نہیں ہے البتہ اتنا پڑھو جتنا روزانہ پڑھ سکتے ہو۔ — انہوں نے عرض کیا میں ایک ہزار بار روزانہ پڑھتا ہوں۔

فرمایا۔ اگر اس معمول کو تاحیات برقرار رکھ سکو تو سبحان اللہ۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۴۶۷ از ڈاکٹر عبد المجید خاں بلرامپور۔ گونڈہ)

سیاست

سیاستِ وطن

موضع بجرڈیہہ بنارس کے ایک جلسہ میں ایک شعلہ بیان مقرر نے حکومت وقت کے خلاف ایک پُرجوش تقریر فرمائی - اربابِ حکومت کو یہ تقریر ناگوار ہوئی ۔ سی آئی ڈی نے برہمی کے ساتھ تقریر نوٹ کی ، سخت اندیشہ تھا کہ فی الفور گرفتاری عمل میں نہ آجائے اور جلسہ کا نظام درہم برہم نہ ہو جائے ، اختتام تقریر پر حضور حافظ ملت مائک پر تشریف لائے اور حمد و ثنا کے بعد اپنی تقریر میں فرمایا کہ ۔

مجھ سے پہلے فاضل مقرر نے جو تقریر فرمائی ہے میں اس کی مکمل تائید کرتا ہوں خطیب محترم کا یہ کوئی باغیانہ اقدام نہیں ہے ، بلکہ سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ حکومت کا مخلص اور ہمدرد صحیح معنوں میں وہی ہے جو بے کم و کاست اس کے محاسن و معائب پر سختی سے تنقید کرے تاکہ حکومت وقت جلد سے جلد ان نقائص کی اصلاح کر کے جمہوری قدروں کا تحفظ کر سکے ، اس طرح حکومت کو استحکام حاصل ہوگا اس کا وقار اندرون ملک بڑھے گا اور جو لوگ محض خوبیوں ہی کو اُجاگر کرتے ہیں ۔ خامیوں کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں دراصل وہ مفاد پرست اور وطن دشمن ہیں ۔ کیسے ممکن ہے کہ ایک مخلص اور بہی خواہ دوست خامیوں کی اصلاح کی طرف توجہ نہ کرے اور صداقت کی بنیادوں پر حکومت کی استواری سے غفلت برتے ۔

اس دانشمندانہ اور مدبرانہ طرز سخن کا یہ اثر ہوا کہ جلسہ پورے سکون کے ساتھ اختتام پذیر ہوا ، کسی طرح کی بدنظمی نہیں پیدا ہوئی اور شعلہ بیان مقرر پیش آنیوالے متوقع خطرات سے بھی ہر طرح محفوظ و مامون ہو گئے ۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۱۱ ، ۲۱۲ از ڈاکٹر شکیل گھوسوی)

انسدادِ فساد

حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ میرے مکان پر (بنارس) تشریف لائے (بتاریخ ۲۴ مئی ۱۹۷۴ء جمعہ) اتفاقاً کچھ سیاسی بحث چھڑ گئی، ملک کی موجودہ سیاسی پارٹیوں پر تبصرہ فرمانے کے بعد حضرت نے فرمایا۔

ایک مرتبہ چند حضرات فساد کی وجہ پر تبادلۂ خیالات کر رہے تھے ہر ایک اپنی اپنی رائے کے مطابق ملک میں ہونے والے فسادات کی وجہوں کو بتایا تھا، اس میں مولانا اعظمی صاحب[۱] بھی تھے، انہوں نے بھی اپنی رائے پیش کی، میں نے کہا سب غلط ہے مجھ سے سنئے۔ فسادات کیوں ہوتے ہیں۔ فسادات صرف دو وجہ سے ہوتے ہیں ایک تو لیڈروں کی وجہ سے اور دوسرے اخبارات کی وجہ سے، لیڈر لوگ ایک دوسرے کے خلاف اشتعال انگیز تقریر کرتے ہیں۔ اور اخبارات ان کو بڑھا چڑھا کر مشتعل انداز میں شائع کرتے ہیں، اگر حکومت ان دونوں پر پابندی لگا دے تو آج فسادات ختم ہو سکتے ہیں اور امن قائم ہو سکتا ہے، بس میرا یہ کہنا تھا کہ تمام لوگوں میں ایک سناٹا چھا گیا، سب خاموش ہو گئے گویا کہ سب نے اس پر اتفاق کر لیا۔

(قلمی یادداشت، از مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی)

سیاست عہد حافظ ملت میں

آپ سے سوال کیا گیا کہ سنِ شعور کے وقت ملک کا سیاسی مزاج کیا تھا، اس پر حضرت نے یہ جواب مرحمت فرمایا:۔

سیاست کے معنی اگر انتظام ملکی ہیں تو اس وقت نہایت معقول انتظام تھا۔ مظلوموں کی دادرسی ہوتی تھی، ظالموں کو پوری سزا دی جاتی تھی۔

---

[۱] یعنی مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی علیہ الرحمۃ۔ متوفی .... مدفن گھوسی۔

اس وقت جتنی چوری ہوتی تھی، اس سے زیادہ اب ڈاکہ زنی ہوتی ہے، اس وقت مار پیٹ کے جتنے واقعات ہوتے تھے۔ اس سے بہت زیادہ اب قتل وغارت ہو رہا ہے، ہر طبقہ نہایت مطمئن اور امن وچین کی زندگی بسر کرتا تھا، کچھ سیاسی جماعتیں میدان میں آئیں، انہوں نے بڑی جد وجہد کی متفقہ طور پر کوشش کر کے ملک کو آزاد کرا لیا، اور جو اب حالات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۷۱)

مسلم پرسنل لاء کا تحفظ کیسے؟

مسلم پرسنل لاء میں ترمیم کے خلاف مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے، اس استفسار پر حضرت نے جواب مرحمت فرمایا:۔

اپنے دین کے تحفظ وبقا کے لئے حتی المقدور ہر مسلمان پر کوشش فرض ہے، جو مناسب تدابیر ہوں عمل میں لائیں سب سے ضروری تدبیر یہ ہے کہ مسلمان مسلمان بن جائیں۔

عورت کو حق طلاق اور اسلامی قوانین ارث کے خلاف ہندوستانی حکومت کے مرتب کردہ قوانین پر موجودہ مسلمان کیا کریں؟ اس سوال پر حضرت نے درج ذیل جواب عنایت فرمایا:۔

حق وہ ہے جو اللہ اور رسول نے دیا، اس کے سوا سب ناحق ہے، مرد کو طلاق کا حق حق ہے عورت کو طلاق کا حق دینا ناحق ہے، خلاف عقل اور خلاف فطرت ہے عورت ناقص العقل ہے مرد کامل العقل ہے، اس سے پہلے یورپ پر بھی یہ بھوت سوار ہوا، اس نے عورت کو بھی حق طلاق دیا اس کے بعد جو طلاق بازی شروع ہوئی تو عاجز آگئے، وراثت بھی علی ہذا القیاس مسلمان حتی الامکان مناسب تدابیر اختیار کریں اور مداخلت فی الدین سے اظہار بیزاری کریں، دین ومذہب میں مداخلت کا کسی کو حق نہیں، یہ مسلمانوں پر سب سے بڑا ظلم ہے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۷۵، ۷۶)

وجہ سے میرے موافق بن گئے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص۳۰۷)

• میں اشرفیہ کے لئے اپنی جان کھپا سکتا ہوں، مگر اس کی پستی آخر دم تک برداشت نہیں کرسکتا۔ (حافظ ملت نمبر ص۴۰۹ ۱۴۱۰)

• میں نے اشرفیہ کو اپنا پسینہ نہیں خون پلایا ہے۔

(حافظ ملت نمبر ص۴۱۲) مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی)

• تقریر سب سے آسان کام ہے، اس سے مشکل تدریس اور سب سے مشکل تصنیف۔ (حافظ ملت نمبر ص۴۱۱)

• دولت مندی خدا کا سب سے بڑا انعام ہے، مگر دولت صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی توفیق سب سے بڑا انعام ہے۔ (حافظ ملت نمبر ص۴۵۱

• جس سے اخلاق میں گراوٹ پیدا ہو اس صحبت کو جلد از جلد چھوڑ دینا چاہیئے۔

(حافظ ملت نمبر ص۴۵۱)

• انسان کو مصیبت سے گھبرانا نہیں چاہیئے، کامیاب وہ ہے جو مصیبتیں جھیل کر کامیابی حاصل کرے، مصیبتوں سے گھبرا کر مقصد کو چھوڑ دینا بزدلی ہے۔

• اپنی قدر پہلے خود پہچانو، دنیا میں باعزت بنوگے، جس نے اپنا وقار خود خراب کرلیا دنیا کی نظر میں بھی ذلیل وخوار ہوا۔

• ایک بار حضرت نے کسی جلسہ میں شرکت فرمائی، تقریر کرنے کے بعد رات محلہ کی مسجد کے فرش پر گزارنی پڑی، صبح واپسی کے وقت کوئی نہ ملا رفیق سفر مولانا شمس ضیائی خیرآبادی نے ناراضگی کا اظہار کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا۔

انسان کو دوسروں کی ذمہ داریوں کے بجائے اپنے کام کی فکر کرنی چاہیئے۔

الحمد للہ ہم لوگوں نے اپنا کام کردیا۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۵۰۹)

- جب سے لوگوں نے خدا سے ڈرنا چھوڑ دیا ہے، ساری دنیا سے ڈرنے لگے ہیں۔
- میں نے اشرفیہ کو خونِ جگر پلایا ہے۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۰۲)
- عقلمند آدمی وہی ہے جو دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھائے خود تجربہ کرنا عمر ضائع کرنا ہے۔
- کامیاب انسانوں کی زندگی، اپنانی چاہیئے، میں نے حضرت صدر الشریعہ کو ان کے تمام معاصرین میں کامیاب پایا، اسلئے خود کو انھیں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۲۴)

- زندگی کام کا نام ہے اور بیکاری موت۔
- اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔
- مسلمان بوڑھا نہیں ہوتا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص۲۳۵ برادر خرد حافظ ملت مولانا حکیم عبدالغفور صاحب)

- قابل قدر وہ نہیں جو عمدہ لباس میں ملبوس ہے، اور علم و ادب سے بے بہرہ ہے، بلکہ لائق تعظیم وہ ہے جس کا لباس خستہ اور سینہ علم سے معمور ہے۔
- جس کی نظر مقصد پر ہوگی اس کے عمل میں اخلاص ہوگا اور کامیابی اس کے قدم چومے گی۔ (حافظ ملت نمبر ص۵۲۰)
- تضیع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے۔
- جسم کی قوت کے لئے ورزش اور روح کی قوت کے لئے تہجد ضروری ہے۔
- کام دنیا کا ہو یا دین کا صحت پر موقوف ہے۔
- میری تمنا ہے کہ آخری دم تک خدمتِ اسلام کرتا رہوں۔
- جس سے کام لیا جاتا ہے اسے ناخوش نہیں کیا جاتا۔
- ہوشیار طلبہ وہ ہیں جو اساتذہ سے علم کے ساتھ ساتھ عمل سیکھتے ہیں۔

- بزرگوں کی مجلس سے بلا وجہ اٹھنا خلاف ادب ہے۔
- کام کے آدمی بنو کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے۔

(حافظ ملت نمبر ص ۵۳۱)

- ایسی جگہ نہیں بیٹھنا چاہیئے جہاں سے اٹھنا پڑے۔ (از مولانا عبدالمبین نعمانی)
- مومن کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ (مولانا حکیم عبدالغفور صاحب برادر اصغر)
- میرے نزدیک ہر مخالفت کا جواب کام ہے۔
- ہر ذمہ دار کو اپنا کام ٹھوس کرنا چاہیئے، ٹھوس کام ہی پائیداری کی ضمانت ہوتے ہیں۔
- بے محل اعتراض و جواب کی فطرت سے لوگوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔
- کام زندگی ہے اور بے کاری موت۔
- اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔
- احساس ذمہ داری سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر ص ۱۰۹)

ظرافتِ طبع

ایک بار کہیں نماز پڑھی امام صاحب کو اس نماز میں بہت زیادہ کھانسی آتی رہی یا کہا جائے کہ کھانستے رہے بعد نماز حضرت نے فرمایا۔

"امام صاحب کی کھانسی کھانسیوں کی امام ہے"۔

(بروایت مولانا لیٰسین اختر مصباحی)

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۸۷ از مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)

متفرقات (اذان ثانی)

ایک بار درسگاہ میں حضرت نے فرمایا :-

بنارس سے کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اہل شہر سے فرمایا ۔ جب " بین یدی الخطیب[1] " اذان ہو اس وقت نہ چلو بلکہ جب پہلی اذان ہو اسی وقت چلو ، اس میں "بین یدی الخطیب" کا لفظ ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے یہاں اذان ثانی خطیب کے قریب ہوا کرتی تھی ، میں نے کہا اس سے اذان ثانی کا بیرون مسجد ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ کیونکہ جیسے شہر کے لوگ اذان ثانی سن کر اپنے گھروں سے مسجد چلتے یہ لوگ اذان ثانی اسی وقت سن سکتے تھے ، جب بیرون مسجد ہوتی رہی ہو اندرون مسجد کی اذان بھلا اس وسیع شہر میں لوگوں کے گھروں کے اندر تک کب پہونچتی کہ وہ سن کر آتے ۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۸۱ از مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی)

---

[1] اصل بحث یہ ہے کہ اذان ثانی جمعہ کے دن کہاں سے دی جائے عام رواج یہ ہے کہ اندرون مسجد خاص منبر کے قریب دی جاتی ہے لیکن حدیث و فقہ سنت رسول و سنت صحابہ سے یہ ثابت ہے کہ امام کے سامنے تو ہو مگر اندرون مسجد نہ ہو بلکہ مسجد کے باہر کسی جگہ ہو ۔ اس سلسلہ میں بعض علماء نے غلط رواج کو صحیح ثابت کرنے کے لئے فقہاء کے قول بَین یَدی الخطیب ، (امام کے سامنے) سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام کے سامنے بالکل قریب منبر ہونی چاہیئے ۔ حالانکہ محض امام کے سامنے سے یہ ثابت

(حاشیہ) ہرگز نہیں ہوتا کہ اندرون مسجد ہو۔

اذان ثانی مسجد سے باہر امام کے سامنے دینا سنت ہے، اس سلسلہ میں مشہور محشی مولانا عبدالحئ فرنگی محلی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی۔

(ج ۱، ص ۲۰۲ مکتبہ تھانوی دیوبند)

بین ید کا مطلب امام کے سامنے ہوتا ہے مسجد میں ہو یا خارج مسجد اور خارج مسجد ہونا سنت ہے۔

یعنی بین یدیہ کا معنی تو دونوں طرح صادق ہے مسجد کے اندر ہو یا باہر لیکن مسجد کے باہر ہو اور امام کے سامنے یہی سنت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عام طور سے جو رواج پڑ گیا ہے وہ خلاف سنت ہے اور خلاف سنت سے بچنا لازم ہے۔

بعض حضرات کا یہ دعویٰ کرنا کہ ہشام بن عبدالملک نے پہلی اذان مقام زوراء سے منتقل کر کے مسجد نبوی کے منارے پر کر دیا، اور وہ اذان جو مسجد کے دروازے پر امام کے سامنے ہوتی تھی اسے داخل مسجد کر دیا، یہ دعویٰ باطل محض ہے۔

امام محمد بن عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ زرقانی شرح مواہب میں تحریر فرماتے ہیں۔

لما کان عثمان امر بالاذان الاول یفعلہٗ علی الزوراء ثم نقلہٗ ھشام الی المسجد ای امر بفعلہ فیہ وجعل الاٰخر الذی بعد جلوس الخطیب علی المنبر بین یدیہ یعنی انہ ابقاہ بالمکان الذی یفعلہ فیہ فلم یغیرہ بخلاف ما کان بالزوراء فحولھا الی المسجد علی المنار۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، اذان خطبہ سے پہلے ایک اذان بازار میں زوراء میں دلوائی، پھر اذان اول (جو مقام زوراء میں ہوتی) کو ہشام نے مسجد کی جانب منتقل کر دیا، اسے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی تھی اسے خطیب کے سامنے

(حاشیہ) اسی جگہ رہنے دی جہاں ہوا کرتی تھی، یعنی مسجد کے دروازے پر۔ بر خلاف اس اذان کے جو مقام زوراء میں ہوتی اسے مسجد کی طرف منارہ پر لے آیا۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوا کہ ہشام نے مقام زوراء والی اذان منارۂ مسجد پر دلوائی، اور وہ اذان جو دروازۂ مسجد پر امام کے منبر پر چڑھنے کے بعد امام کے سامنے دی جاتی تھی اسے باقی رکھا، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر شیخین کے دور تک صرف ایک اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی، بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں عامۃ المسلمین کا خیال کرتے ہوئے ایک اذان کا اضافہ کیا جسے مقام زوراء میں دلوایا۔ زوراء مدینہ منورہ کے ایک بازار کا نام ہے۔ (دیکھئے عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایۃ اول ص۲۰۲ باب الجمعہ)

اگر مان بھی لیا جائے کہ ہشام نے داخل مسجد اذان دلوائی تو اس کا فعل حجت نہیں مجدد اسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اگر ہشام سے ثبوت ہوتا بھی تو اس کا قول وفعل کیا حجت تھا؟ وہ ایک مروانی ظالم بادشاہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی سید امام زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کرایا۔ سولی دلوائی اور اس پر یہ شدید ظلم کہ نعش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا، برسوں سولی ہی پر رہی جب ہشام مرگیا تو نعش مبارک دفن ہوئی ....۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے خلاف ایسے ظالم کی سنت پیش کرنا، اور امام اعظم وغیرہ ائمہ پر اس کی تہمت دھرنا کہ ان اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنت قبول کر لی، کیسا صریح ظلم اور ائمہ کرام کی شان

(حاشیہ) میں کیسی بڑی گستاخی ہے، اللہ عزوجل پناہ دے، اس کے بدعت ہونے کا دعویٰ محض باطل و بے اصل ہے۔ بدعت حسنہ کو بدلا نہیں کرتی اور اس نے سنت کو بدل دیا، (فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۳۶۹، ۳۷۰ کتب خانہ اندر کوٹ میرٹھ)

اگر قبل تمام مسجدیت اذان کے لئے کوئی جگہ متعین کردی جائے یا کوئی جگہ متعین تھی، پھر مسجد میں توسیع ہوگئی، جس کی وجہ سے وہ جگہ اندرون مسجد آگئی تو وہاں اذان دینے میں حرج نہیں، جیسا کہ زمانۂ اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اذان خطبہ مسجد حرام میں مطاف کے کنارے ہوتی تھی، اس عہد میں مسجد حرام مطاف ہی تک تھی، (مسلک متقسطہ ص ۲۸) بعد میں جب مسجد حرام کی توسیع ہوئی تو وہ جگہ اندرون مسجد آگئی اب وہاں اذان دینے میں حرج نہیں چنانچہ مسجد حرام میں اذان خطبہ اب بھی وہیں ہوتی ہے، اگرچہ مسجد کی توسیع ہوگئی۔ یا جیسے دہلی کی جامع مسجد میں یہ اذان صحن میں بنے ہوئے مکبرہ پر ہوتی ہے یہ مکبرہ قبل تمام مسجدیت اس کے لئے خاص کردیا گیا تھا۔ (نزہۃ القاری شرح بخاری ج ۳ ص ۹۴۹ فقیہ الہند مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی)

مزید معلومات کے لئے "اذان خطبہ کہاں ہو" از مولانا عبدالحق خاں رضوی کا مطالعہ فرمائیں۔

حفظ الایمان کی صفائی کا جواب

جناب ڈاکٹر شکیل صاحب لکھتے ہیں۔
ایک مرتبہ چند ذی علم احباب کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث رہا کہ جب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی حفظ الایمان کی اپنی مشہور و معروف کفریہ عبارت میں ترمیم و تنسیخ کردی اور اہانت رسول سے اپنی برارت و بیزاری بھی ظاہر کردی اور بسط البنان و تغیر العنوان نامی رسائل لکھ کر اپنی صفائی بھی پیش کردی تو پھر اشرف علی تھانوی کی تکفیر و تضلیل کیوں کی جاتی ہے یہ بحث طول اختیار کر گئی۔ اور تا دیر ہم لوگ اس کے مختلف گوشوں پر الجھتے رہے، لیکن کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہونچ سکے، حسن اتفاق سے حضور حافظ ملت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک میں شرکت کی غرض سے گھوسی تشریف لائے، بڑا گاؤں بازار کی مسجد میں نماز مغرب ادا فرمائی اور ناچیز کے مطب میں تشریف لائے، ہم لوگوں نے موقع غنیمت جانا اور متنازعہ فیہ مسئلہ کے بارے میں حضرت سے استفسار کیا گیا آپ نے سر جھکائے ہوئے پورا اعتراض بہ غور سماعت فرمایا۔ اور پھر سر کو قدرے اوپر اٹھائے ہوئے ہم لوگوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور مخصوص لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ۔

"عنوان بدلنے سے مُعَنْوَنْ نہیں بدلتا"

ہم لوگ اس جملہ کی معنوی گہرائی تک پہونچنے سے قاصر رہے، میں نے مؤدبانہ عرض کیا حضور اس جملہ کی توضیح و تشریح فرمادیں مفہوم سمجھ میں نہیں آیا، فرمایا کہ۔

جس عبارت اور جملہ پر حکم کفر عائد کیا گیا ہے جب اس کی کوئی صحیح تاویل و توجیہ ممکن نہیں تو جب تک قائل اپنے اس سابقہ قول سے رجوع نہ کرے توبہ کا اعلان نہ کردے، حکم کفر باقی رہے گا، چاہے بعد میں ان عبارتوں میں لاکھ ترمیم و تنسیخ کرتا رہے، بعد از توبہ ہی عبارتوں کی جائز ترمیم و تنسیخ معتبر ہو سکتی ہے۔ اس معقول ترین توجیہ و تشریح پر ہم لوگ کلیتہً مطمئن ہو گئے اور دل ہی دل میں حافظ ملت کی ذہنی بالیدگی و ایجاز بیان کی داد دیتے رہے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۱۴، ۲۱۵، از ڈاکٹر شکیل گھوسوی)

جاہلانہ طلسم خطابت اور حافظ ملت

جن دنوں عربی یونیورسٹی کی تعمیری سرگرمیاں شباب پر تھیں، شر پسندوں نے ایک جاہل واعظ پالن حقانی کو مبارک پور بلایا اور مسلسل کئی جلسوں میں اہل سنت وجماعت کو سب وشتم وطعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا، جس سے سنیّوں میں اضطراب واشتعال کی کیفیت پیدا ہوگئی چنانچہ سنیّوں کا ایک نمائندہ وفد حافظ ملت کی بارگاہ میں پہونچا اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور مطالبہ کیا کہ ان جہالت آمیز بیانات اور گمراہ کن خیالات کی تردید وتکذیب کے لئے فی الفور جوابی جلسے منعقد کیے جائیں، لیکن حافظ ملت نے انتہائی متانت اور فراست کے ساتھ وفد کو سمجھایا کہ ۔

اس وقت ہمارے سامنے الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر وتشکیل کا عظیم الشان منصوبہ ہے، ہمیں اپنے بنیادی مقاصد پر ہی نظر رکھنی چاہیئے، معاندین کا دلی مقصد یہ ہے کہ ہم غیر ضروری مسائل میں الجھ کر اپنے تعمیری منصوبوں سے غافل ہوجائیں۔ علاوہ ازیں یہ واعظ محض جاہل انسان ہے اس کے جواب کے لئے جلسے کرنا خوامخواہ اس کی حیثیت اور اہمیت کو بڑھا دینا ہے، اس جماعت کے مقتدر علماء کے جواب ہم تو برابر اپنی تحریروں اور تقریروں میں دیتے رہے ہیں اور آئندہ بھی جب کبھی ضرورت پیش آئے گی ان کی علمی بے مائیگی اور مذہبی بے راہ روی کا پردہ چاک کرتے رہیں گے، لیکن ہمارے لئے یہ وقت کام اور صرف کام کا ہے، ہمیں اپنے کام ہی سے کام رکھنا چاہیئے خدا نخواستہ اگر سنیّوں پر ان کی تقریروں سے کوئی وسوسہ یا شبہ پیدا ہو تو اس کے ازالہ کے لئے میں اور الجامعۃ الاشرفیہ کے اساتذۂ کرام ہمہ وقت موجود ہیں، جب جہاں اور جس وقت جو بھی چاہے ہم سے مسائل کی تحقیق کرکے اطمینان قلب حاصل کرسکتا ہے ویسے ہر جمعہ کو ہم خطبہ سے قبل مختلف فیہ مسائل اور جواب طلب امور پر روشنی ڈالتے رہیں گے تاکہ سادہ لوح مسلمان گمراہ کن افکار وخیالات سے متاثر نہ ہوسکیں۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۰۷، ۲۰۸، از ڈاکٹر شکیل اعظمی گھوسوی)

اَعدائے دین کے مقابلے میں تکبّر جائز ہے

۱۵ر جمادی الآخرہ ۱۳۸۹ھ
۳۰ر اگست ۱۹۶۹ء شنبہ

درس۔ بخاری شریف ۲۶پ میں حضور حافظ ملت (علیہ الرحمۃ) نے فرمایا۔

مومن عزت اسی وقت حاصل کر سکتا ہے، جب اعدائے دین کی تذلیل کرے اور بوقت مقابلہ انھیں حقیر و ذلیل ثابت کر دے، اگر ان کے سامنے انکساری و تواضع سے پیش آئے تو اس میں اس کی ذلت ہے۔ محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ (علامہ سید محمد صاحب کچھوچھوی، شاگرد اعلیٰ حضرت متوفی ۱۳۸۱ھ) کا بیان ہے کہ میرا ایک گستاخ رسول سے مناظرہ ہوا جس میں اس نے "صرفی مسئلہ" پر بحث کرتے ہوئے مجھ سے بطور طنز کہا کہ آپ نے شرح مأۃ بھی نہیں پڑھی اس پر میں نے اس کی بھرپور تذلیل و تحقیر کی اور اپنے کو اس کے مقابلے میں بہت کچھ بڑھایا جس سے وہ رسوا ہو کر شکست خوردہ ہو گیا ۔ میں نے مناظرہ میں فتح تو حاصل کر لی، لیکن میرے دل میں اپنے ان جملوں سے جو اپنی بڑائی میں کہہ ڈالے تھے، انقباض پیدا ہو گیا کہ میں کبر و عجب کا مرتکب ہوا جو قطعاً مذموم ہے، طبیعت میں ایک تکدر رہا کرتا تھا، جس کے باعث میں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی جانب رجوع کرنا چاہا حاضر بارگاہ ہوا، وہاں تو دل کی دھڑکنیں دیکھی جاتی تھیں، اور سطح دماغ پر ابھرتے ہوئے اعتراضات کا بچشم بصیرت مشاہدہ ہوا کرتا تھا، پہونچنے کے بعد فرمانے لگے۔

فقیر کو کبھی اپنی بڑائی پسند نہیں آتی، خدا کا فضل ہے کہ جو کچھ ملا ہے کچھ اپنے کو اس پر غرور و ناز نہیں، تکبر اور عجب بہت ہی مذموم ہے، آدمی کسی بھی بلند مرتبہ پر پہونچ جائے اسے فخر نہیں کرنا چاہیئے، محدث اعظم بیان فرماتے ہیں اتنے جملے سننے کے بعد میں دم بخود رہ گیا، اب تو کچھ پوچھنے کی بھی مجال نہ رہی اور میں اپنے نفس پر بہت زیادہ ملامت کرنے لگا لیکن اعلیحضرت نے پھر اسکے بعد فرمایا۔

مگر دشمنان رسول اور اعدائے دین کے مقابلے میں کبھی انکساری نہیں برتنا چاہیئے۔ وہاں تو یہ شخص دین حق کا ذمہ دار ہوتا ہے اسے مذہب کو بلند و برتر ثابت کرنا ہوتا ہے، اور حمایت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ان کی عظمت شان کا اظہار اس کا فریضہ ہوتا ہے، وہاں تواضع وانکساری سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے ان کے مقابلے میں اپنے کو بلند و بالا کہنا جائز اور دین متین کی حمایت ہے۔

محدث صاحب فرماتے ہیں، میں اتنا سننے کے بعد بہت مسرور ہوا دل کا انقباض او تکدر دور ہوا، اور انشراح صدر ہوگیا، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۷۹-۱۸۰، ۱۸۱ - از مولانا محمد احمد مصباحی،
بھیردی، شیخ الادب جامعہ اشرفیہ۔)

موت کیا ہے

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے، جب کہا جاتا ہے۔ فلاں آدمی مرگیا۔ تو بتاؤ جسم و روح میں سے وہ کون سی چیز ہے جو مرگئی یا فنا ہوگئی، کیا روح مرجاتی ہے، ہرگز نہیں، اہل اسلام میں ہی نہیں بلکہ فلاسفہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ روح نہیں مرتی، پھر کیا جسم مرجاتا ہے؟ یہ بھی نہیں اسے تو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو، ہاتھوں سے ٹٹولتے ہو، تمام اعضا اپنی جگہ سلامت ہیں۔ کوئی عضو فنا نہیں ہوا پھر موت کیا ہے؟؟ میں کہتا ہوں موت جسم اور روح کے اختلاف کا نام ہے، جب تک روح اور جسم کا اتصال واتفاق تھا، آدمی زندہ تھا، جب دونوں میں اختلاف اور جدائی ہوگئی کہدیا انسان مرگیا۔

معلوم ہوا اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔ ایک جسم و روح کا اختلاف شخص کی موت ہے، ایک محلہ، ایک گاؤں، ایک شہر یا ایک ملک کا اختلاف اس محلہ، گاؤں، شہر یا ملک کی موت ہے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۸۴، ۱۸۵ - از مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیردی)

حیات

ولادت اور تعلیمی نشو و نما فرمایا: مجھے اپنے والدین سے سنہ پیدائش نہیں ملا البتہ والدہ ماجدہ سے یوم پیدائش ملا، سنہ ولادت تخمیناً سنہ ۱۸۹۴ء ہے، وہ اسلئے کہ موضع راجپور میرا ننہال ہے والد صاحب قبلہ جب حج بیت اللہ کو گئے تو میں اپنی والدہ کے ساتھ راجپور رہتا تھا، اسی وقت نور احمد ولد غلام نبی کی پیدائش ہوئی ان کے والد نے ان کا سنہ ولادت سنہ ۱۹۰۴ء مطابق سنہ ۱۳۲۴ھ لکھا جو ابتک موجود ہے اس وقت میری عمر دس سال ضرور تھی، کیوں کہ میں راجپور سے اپنے مکان بھوجپور پیدل آتا جاتا تھا۔ جس کی مسافت آٹھ میل سے زائد ہے یعنی نور احمد سے میری عمر دس سال زائد ہے، اس لئے میرا سنہ پیدائش ۱۸۹۴ء ۱۳۱۴ھ ہوا، والدہ ماجدہ نے بارہا فرمایا کہ تمہاری ولادت دوشنبہ کو ہوئی۔ پڑوس کی عورت یہ کہتی آئی پیرا آیا ہے۔ اس وقت تمہارے دادا بیمار تھے، صاحب فراش تھے انہوں نے اس عورت کو ڈانٹا اور فرمایا خبردار، اس کا نام عبدالعزیز ہے، میں نے اس کا نام عبدالعزیز اس لئے رکھا ہے کہ دہلی میں خاتم المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث بڑے بلند پایہ عالم گزرے ہیں۔ یہ میرا بچہ عالم ہو گا، دادا کی دعا سے مجھے علم ملا ورنہ میں گاؤں کا رہنے والا غریب آدمی جو کچھ پڑھ سکتا تھا وہ بڑی محنت سے صرف اردو اسکول میں پڑھا قرآن مجید اپنے والد صاحب سے یاد کیا، فارسی کچھ بھوجپور مولوی عبدالمجید صاحب سے کچھ پیپل سانہ جناب مولوی حکیم مبارک اللہ صاحب اور جناب حافظ حکیم نور بخش صاحب سے پڑھی میرا مبلغ علم "حفظ القرآن" اردو درجہ چار، فارسی، گلستاں، بوستاں، ہوا بس ختم، بھوجپور کے رئیس اعظم شیخ حمید الدین صاحب نے مجھے اپنی مسجد کا امام مقرر کر دیا اور مسجد ہی میں مدرسہ حفظ القرآن قائم کر کے مجھے اس کا مدرس مقرر کر دیا میں امامت و مدرسہ کے

فرائض انجام دیتے کے علاوہ اپنے پڑوسیوں سے زیادہ گھر کا کام کرتا تھا ، اور روزانہ ایک قرآن پڑھتا تھا اسی طرح پانچ سال گزرے ، میں والدہ سے کہا کرتا تھا ، تم کہتی ہو دادا نے دعا کی ہے کہ یہ میرا بچہ عالم ہوگا . عالم تو میں نہیں ہوا ،

بفضلہ تعالےٰ دادا صاحب کی دعا کا اس طرح ظہور ہوا کہ مرادآباد سے جناب حکیم محمد شریف صاحب بھوجپور مریض دیکھنے آیا کرتے تھے ، میری اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے ، میرے اوپر ان کی نظر عنایت ہوئی فرمایا حافظ صاحب میں آپ کو طب پڑھاؤں گا ، میں نے کہا حکیم صاحب ! میں غریب آدمی میرے والد کثیر العیال گھر کا دار و مدار مجھ پر ہے ، میں باہر نہیں جا سکتا ، حکیم صاحب نے فرمایا ٹرین سے مرادآباد آؤ سبق پڑھ کر واپس آجایا کرو ، تمہارا نقصان نہیں ہوگا . آمد و رفت کا کرایہ بھی میں دوں گا -

میں نے والد صاحب قبلہ سے عرض کیا والد صاحب نے فرمایا اتنا بڑا حاذق طبیب طب پڑھانے کی خواہش کرتا ہے ، ضرور پڑھو ، لیکن یہ آنا جانا مناسب نہیں ، جاؤ مرادآباد محنت سے پڑھو خدا حافظ ہے -

والد صاحب امامت اور مدرسی کی خدمت انجام دینے لگے - میں مرادآباد حکیم محمد شریف صاحب کی خدمت میں طب پڑھنے کے لئے حاضر ہوا حکیم صاحب نے گلستاں میں میرا امتحان لیا ، اس کے بعد فرمایا ، آپ کا دماغ عربی کے لائق ہے ، آپ عربی پڑھئے ، اور عربی میں طب پڑھئے ، حکیم صاحب نے مجھے میزان شروع کرائی - اور پندرہ روز میں میزان و منشعب ختم کرادیں . میں نے یاد کرکے حکیم صاحب کو سنادیں ، اس کے بعد حکیم صاحب نے مجھے پڑھانے سے انکار کردیا - فرمایا کہ اب مجھے مطالعہ کرنا پڑے گا ، مجھے فرصت نہیں میں نے ہر چند اصرار کیا ، خوشامد کی لیکن وہ تیار نہ ہوئے ، میرے متعلق شہرت ہوگئی تھی کہ عربی پڑھ رہے ہیں - میں نے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا ، جامعہ نعیمیہ میں

داخلہ لیا، تین سال تک جامعہ نعیمیہ میں پڑھا، شرح جامی، قطبی وغیرہ تک پہنچے اسی دوران جامعہ نعیمیہ میں آل انڈیا سنی کانفرنس ہوئی، ہندوستان کے چوٹی کے علماء جمع ہوئے، ہم نے سوچا انھیں میں سے کسی کو منتخب کرو، بہت غور کے بعد ہم لوگوں نے طے کیا کہ حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب قبلہ سے عرض کرد۔

عرض کیا، فرمایا، اجمیر شریف آجاؤ پڑھا دوں گا، چنانچہ حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب علیگڑھ، حضرت مولانا شمس الدین صاحب جونپوری جناب مولانا قاری اسدالحق صاحب، اور جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مرادآبادی اور میں پانچ طالب علم اجمیر شریف حاضر ہوئے، حضرت صدرالشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ نے حسب وعدہ ہمیں پڑھا دیا۔ فرمایا کرتے تھے، عمر میں ایک ہی جماعت پڑھنے والی ملی، بہرحال مایوسی کے بعد میرے دادا کی دعا کا ظہور ہوا، خداوند قدوس نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مجھے علم عطا فرمایا۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۶۵، ۶۶، ۶۷)

بچپن

فرمایا! بھوجپور میں کوئی بڑے عالم یا شیخ درویش تشریف لاتے تو والد صاحب مجھے ان کے پاس لے جاتے اور عرض کرتے حضور میرے اس بچہ کے لئے دعا فرما دیں وہ دعا کر دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب قبلہ رامپوری علیہ الرحمۃ تشریف لائے، ان کے پاس لے گئے، عرض کیا میرے اس بچے کے لئے دعا فرما دیں، حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب نے فرمایا، حافظ صاحب میں تو سب کے لئے دعا کرتا ہوں، مگر اس کے لئے تو آپ ہی کی دعا ہے، اور فرمایا اولاد کے حق میں والدین کی دعا یا بددعا نبی کی دعا یا بددعا کا اثر رکھتی ہے۔

اور فرمایا— میری بہنیں تو کوئی نہیں لیکن میں والد صاحب کا

اکیلا لڑکا تھا، اس لئے بھی مجھ پر زیادہ شفقت فرماتے، باہر جاتے تو مجھے ساتھ لے جاتے، اکثر جمعہ پڑھنے شہر مرادآباد جاتے، مجھے لے جاتے صحت میری بچپن ہی سے اچھی تھی، میں پیدل ان کے ساتھ چلا جاتا لیکن مرادآباد کے قریب ہی رام گنگا ندی ہے، اس کو پار کرتے وقت مجھے کندھے پر بٹھاتے میرے پیر پانی میں ڈوبے رہتے، اور والد صاحب کی داڑھی پانی سے لگی رہتی تھی۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [۱] پڑھتے چلے جاتے تھے، پانی اتنا ہی رہتا تھا، کبھی داڑھی کے اوپر، جامع مسجد مرادآباد میں نماز کے بعد جناب مولانا قاسم علی صاحب کا وعظ سنتے، اس کے بعد مکان واپس آتے تھے۔

(والد صاحب نے) بڑے پیار و محبت سے مجھے پالا اور پڑھایا سات پارہ حفظ کرائے، اس کے بعد حج بیت اللہ کو گئے، اور ۹ ماہ میں واپس آئے، یہ ۹ ماہ میرے کھیل کود میں گزرے، راجپور میں کوئی پڑھانے والا بھی نہیں تھا، جو پڑھا تھا وہ بھی بھول گیا۔ واپسی پر والد صاحب نے پھر پڑھانا شروع کر دیا، میں پڑھتا بھی تھا گھر کا کام بھی کرتا تھا۔ والد صاحب قبلہ تربیت کا تعلیم سے زیادہ خیال رکھتے تھے، بچپن کی شرارتوں پر بہت زیادہ مارتے تھے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۶۷)

والدین کریمین

والدین کریمین کی دینداری و خدا ترسی اور گھر کے پاکیزہ ماحول کے بارے میں فرماتے ہیں۔

میرے والد ایک باخدا درویش تھے، ان پر دین غالب تھا والدہ

---

[۱] پ ۱۲، ع ۴، سورہ ہود، ترجمہ، اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور ٹھہرنا بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

بھی صوم وصلوٰۃ کی پابند اور تہجد گزار تھیں ، والد صاحب کا نماز سے عشق کا یہ عالم تھا کہ نمازی مہمان کی تواضع خوب کرتے اور بے نمازی کو کھانا تو کھلا دیتے لیکن ٹھہراتے نہیں تھے ۔

سات سال کی عمر ہی سے مجھ کو نماز پڑھنے کی تاکید اور کھیل، تماشوں میلوں ، ٹھیلوں سے دور رہنے کی تلقین اور دیندار بنانے کی مساعی کی جانے لگی ، یہاں تک کہ جب میری عمر ۱۲ سال کی پہنچی تو میں اگرچہ پکا نمازی بن چکا تھا ، لیکن والد صاحب فجر کی نماز کو جاتے ہوئے حسب عادت مجھے جگاتے ضرور تھے اور اگر اتفاق سے کسی دن نیند کے غلبہ سے مغلوب ہو کر میں کروٹ بدل کر سو جاتا تو نماز سے واپس آکر مجھے آواز دیتے، نہ ہاتھ پکڑ کر جگاتے بلکہ کان پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیتے ۔

والد صاحب کی اس تربیت کا اثر میری پوری زندگی پر یوں مرتب ہوا اور نماز کا میں ایسا عادی ہوا کہ فجر کی نماز کے وقت بغیر کسی کے جگائے ہوئے خود اٹھ جاتا ہوں ، ماہِ رمضان میں معمول ہے کہ اخیر وقت سحری کھا کر سو جاتا ہوں ، اور وقت پر اٹھ کر فجر کی نماز باجماعت پڑھتا ہوں ،

والد صاحب ایک جیّد حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ایسے عاشقِ قرآن مجید تھے کہ چلتے پھرتے ، اٹھتے ، بیٹھتے ہر وقت قرآن مجید وردِ زبان رہتا ، روزے سے شغف کا یہ عالم تھا کہ بفضلہ تعالےٰ سو سال کی عمر پائی مگر عمر کے آخری حصہ میں پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود موسم گرما کا بھی روزہ قضا نہ فرمایا ۔۔یہی حال تقریباً میری والدہ کا بھی تھا ۔

ہم غریب تھے، مگر اس کے باوجود والدہ کا یہ طریقہ تھا کہ وہ پڑوسی کا اسقدر خیال رکھتیں کہ اپنا کھانا اکثر ایک بیوہ پڑوسن کو کھلا دیتی تھیں ، یہ میرے رب کا احسانِ عظیم ہے کہ ایسے والدین کی آغوش کرم میں پرورش پائی ۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۴۶۰ ، ۴۶۱ ، از طیش صدیقی ایڈیٹر کلام مشرق کانپور)

گھریلو زندگی کسی گھر کا مذہبی رجحان گھر کے مالک ہی کی ذہنیت پر موقوف ہوتا ہے، میرے والد صاحب ایک باخدا درویش تھے، ان پر دین غالب تھا، والدہ بھی صوم وصلوٰۃ کی انتہائی پابند، ۷ رہی سال سے بچوں کو نماز کی تاکید کھیل تماشوں میلوں وغیرہ سے روکنا، دیندار بنانے کی پوری سعی کرتا، نمازی مہمان کی خوب تواضع کرتے، اور بے نمازی کو کھانا کھلا دیتے لیکن ٹھہرانے نہیں تھے، میری عمر ۱۲، ۱۳، سال تھی، فجر کی نماز کو جاتے تو مجھے جگاتے، اٹھو نماز کا وقت ہوگیا، میں اٹھکر ان کے پیچھے پیچھے چلا جاتا اور کبھی غلبۂ نیند سے کروٹ بدل کر سو جاتا، جب وہ نماز سے واپس آتے تو نہ مجھے آواز دیتے نہ ہاتھ پکڑ کر جگاتے، بلکہ کان پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیتے، اور فرماتے ابتک پڑا سو رہا ہے، مجھے مار مار کر نماز کا عادی بنادیا کہ میں فجر کی نماز کے وقت خود اٹھ جاتا ہوں، ماہ رمضان میں معمول ہے کہ اخیر وقت سحری کھاتا اور سو جاتا ہوں اور وقت پر اٹھ کر فجر کی نماز با جماعت پڑھتا ہوں، یہی طریقہ میرے چھوٹے بھائی مولوی عبدالغفور صاحب کا ہے۔

میرے والدین نہایت ہی دیندار متبع سنت احکام شرع کے پورے پابند تھے۔ والد صاحب قبلہ جماعت کے سخت پابند تھے، اندھیری رات اور بارش میں بھی مسجد جاتے تھے، ایک روز عشار کی نماز کو جارہے تھے، اندھیرے سے پڑوسی جس کا نام "عیدا" تھا وہ آرہا تھا۔ اس سے ٹکر ہوگئی، وہ گر پڑا حالانکہ وہ جوان تھا، والد صاحب نہ گرے نہ کوئی خاص تکلیف محسوس کی، نماز کو چلے گئے،

بفضلہ تعالےٰ والد صاحب کی عمر تقریباً سو سال کی ہوئی، اخیر میں روزہ میں خصوصاً موسم گرما میں ہم لوگ ان کی تکلیف کا احساس کرتے تھے، میں عرض کرتا۔ آپ روزہ نہ رکھیں، ہم آپ کی طرف سے روزہ کا صدقہ ادا کردیں گے، تو فرماتے ہیں کہ یہ ہرگز گوارا نہیں کرسکتا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان رمضان پائے اور روزہ

نہ رکھے ، یہی حال والدہ کا تھا ، ہم غریب تھے باوجود غربت کے والدہ کا یہ طریقہ تھا کہ وہ پڑوسی کا اس قدر خیال رکھتی تھیں کہ اپنا کھانا اکثر ایک بیوہ پڑوسن کو کھلا دیتیں ، اور خود یوں ہی وقت گزار دیتی تھیں ، یہ مجھ پر میرے رب کا احسانِ عظیم ہے کہ ایسے والدین کی آغوش کرم میں پرورش پائی ۔

والد صاحب قبلہ بڑے جید حافظ اور عاشق قرآن مجید تھے ، چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت قرآن مجید پڑھتے ، یاد ایسا تھا کہ متشابہ نہیں ہوتا تھا ، تعلیم ایسی تھی کہ بھوجپور ، پیپل سانہ اور شہر مرادآباد میں انھیں کے شاگرد اعلیٰ درجہ کے حافظ مانے گئے ۔

ریاست حیدرآباد میں رمضان میں محراب سنانے کے لئے بلائے گئے مدینہ مسجد میں ۲۷ کو شبینہ ہوا دوسرے حافظوں کو آپ کے سامنے پڑھنے کی جرأت نہیں ہوتی ، پورا قرآن مجید والد صاحب نے ہی ختم کیا اس وقت والد صاحب کی عمر ستّر سال تھی ، وہاں کے لوگ ابتک یاد کرتے ہیں ، کہتے ہیں ہم نے ایسا حافظ دیکھا ہی نہیں ، میرے والدین کی بڑی سنہری پاکیزہ زندگی تھی ، مولائے کریم ان پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے ۔ آمین ۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۶۷ ، ۶۸)

ازدواجی زندگی

میرا عقد نکاح میرے ماموں کی لڑکی سے ہوا یہ عورت اپنے زمانہ کی ولیہ تھی ، نہایت ہی دیندار ، اطاعت شعار ، صابرہ ، اور میری فرمانبردار تھی ، ہمیشہ مجھے خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی ، اس سے چار بچے ہوئے ، دو لڑکیاں ، دو لڑکے ، لڑکیاں بچپن ، ہی میں انتقال کر گئیں ، لڑکے مردہ ، ہی پیدا ہوئے ، اخیر بچہ کی ولادت ہی میں مرحومہ کا انتقال ہوگیا ، یہ حادثہ مبارک پور ہی میں ہوا ۔ میں نے مرحومہ کی قبر پختہ بنائی ۔

تعمیر ہو رہی تھی، چونکہ (اینٹ) کم پڑا مستری نے کہا پانچسو چوکہ اور منگاؤ میں نے حاجی انور سے چوکہ کے لئے کہا۔ مگر کچھ چوکہ باقی تھا کچھ آدھے پڑے تھے مستری کام کر رہا تھا، اسی باقی چوکہ اور آدھے سے قبر پوری ہو گئی، نہ ایک چوکہ بچا نہ کم پڑا، نہ ایک ماشہ مسالہ بچا نہ کم پڑا، دیکھنے والے متحیر تھے، یہ کیسے پورا ہو گیا۔ جب کہ پانچسو چوکہ اور منگایا جا رہا تھا، یہ مرحومہ کی کرامت تھی۔

مجھے اس کی جدائی کا عظیم صدمہ ہوا، میں نے طے کر لیا تھا کہ اب میں نکاح نہیں کروں گا، پیغام آئے میں نے انکار کر دیا، تعطیل میں مکان گیا۔ والد صاحب نے احباب سے کہلایا، میں نے انکار میں جواب دے دیا، جب والد صاحب مایوس ہو گئے تو مجھ سے خود فرمایا، تم نکاح کر لو، میں نے جواب دیا کہ میں طے کر چکا ہوں نکاح نہیں کروں گا، اس پر اس قدر خفا ہو گئے کہ زندگی میں کبھی اتنے خفا نہیں ہوئے تھے اور ڈانٹ کر فرمایا، تو میری نسل منقطع کرنا چاہتا ہے۔ تب میں خاموش ہو گیا، انہوں نے میرا نکاح کر دیا، اس عقد ثانی سے چھ بچے پیدا ہوئے، تین لڑکے، تین لڑکیاں، ایک لڑکا پندرہ روز کی عمر میں انتقال کر گیا ایک بڑی لڑکی کا بھی انتقال ہو گیا، دو لڑکیاں، دو لڑکے ہیں، باصلاحیت ہیں، لڑکیاں لڑکوں سے اچھی ہیں، پنجوقتہ نماز کی پابند ہیں، تلاوت قرآن مجید کی عادی ہیں، گھر کے کاموں میں انتہائی ہوشیار اور محنتی ہیں، صاحب اولاد ہیں۔ میرے لڑکوں اور لڑکیوں کی اولاد اس وقت چودہ ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ والد صاحب ان سب کو دیکھ رہے تھے، جبھی تو فرمایا تھا، تو میری نسل منقطع کرنا چاہتا ہے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ، ص ۶۹، ۷۰)

حضرت حافظ ملت نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

حافظ ملت اور ملازمت

میں نے ملازمت کے لئے علم دین حاصل ہی نہیں کیا تھا، نہ مجھے ملازمت کی حاجت تھی، عربی تعلیم سے پہلے میں امامت

و مدرسی کے فرائض انجام دینے کے علاوہ اپنے گھر کا کام پڑوسیوں سے زیادہ کرلیا کرتا تھا، جو میری اور میرے متعلقین کی ضرورت کا کفیل تھا، مجھے ملازمت کی کیا ضرورت تھی، البتہ یہ پختہ ارادہ تھا کہ سلسلۂ تدریس ضرور رکھوں گا، خالصًا لوجہ اللہ پڑھاؤں گا، خانگی ضرورت کے لئے گھر کا کام یا تجارت کافی ہوگی، اسی لئے آگرہ کی جامع مسجد کی خطابت و امامت قبول نہیں کی، حالانکہ تنخواہ سو روپے ماہانہ تھی، اور حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے انتہائی اصرار فرمایا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۰)

تدریس

فرمایا:—

میں دورِ طالب علمی میں بھی پڑھاتا رہا۔ فراغت کے بعد بریلی شریف استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک سال رہا مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھاتا تھا، قاضی وغیرہ کی سماعت کرتا تھا، لیکن مبارک پور آنے سے پہلے نہ ملازمت کی نہ کسی مدرسہ میں مدرس رہا، یہ ارادہ ہی نہیں تھا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۲)

مبارک پور میں آمد

فرمایا:—

حضرت صدر الشریعہ نے مجھے حکم دیا اور فرمایا، میں باہر رہا اور میرا ضلع خراب ہوگیا، آپ کو دین کی خدمت کے لئے مبارک پور بھیجتا ہوں جائیے میں چلا آیا یہ بھی فرمایا، حافظ صاحب میں آپ کو اکھاڑے میں بھیج رہا ہوں۔ میں عرض کیا حضور! داؤ پیچ بھی بتائیے۔ فرمایا اللہ حافظ ہے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۱)

مبارک پور میں مناظرہ

فرمایا:—

میں نے مدرسہ اشرفیہ میں ماہ ذوالقعدہ ۵۲ھ سے کام شروع کیا، قصبہ میں کئی تقاریر ہوئیں۔ جناب حاجی محمد عمر صاحب جو

عقیدۃً سنی تھے، مگر اس وقت مولوی شکر اللہ صاحب کے قبضے میں تھے، حاجی محمد عمر صاحب نے اپنے مکان پر میری تقریر کرائی، حاجی محمد عمر صاحب کے مکان پر میری تقریر کا ہوتا تھا، دیوبندیوں کو برداشت نہیں ہوا، اس لئے دیوبندیوں نے جلسہ کیا، جلسہ میں میری تقریر پر اعتراض کیا اس کے بعد سنی میرے پاس آئے کہ جوابی جلسہ کیا جائے، آپ جواب دیں، میں نے منع کیا اور کہا مجھے مدرسہ کا کام کرنا ہے۔ میں سوال و جواب کے لئے تیار نہیں، مگر سنیوں کا انتہائی اصرار ہوا اور جوابی جلسہ منعقد کیا، لامحالہ مجھے میدان میں آنا پڑا میں نے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے مواخذات بھی کئے، جس کے جواب میں دیوبندیوں نے جلسہ کیا، یوں ہی مناظرانہ جلسوں کا سلسلہ جاری ہوگیا، ایک روز دیوبندیوں کا جلسہ ایک روز سنیوں کا جلسہ چار مہینے جاری رہا، بفضلہ تعالےٰ ہر مسئلہ میں دیوبندیوں کو شکست اور سنیوں کو فتح ہوئی، روز روشن کی طرح حق واضح ہوا، مذہب اہل سنت کا ڈنکا بجا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۲)

فـرمـایا:—

سب سے قیمتی لمحہ حاضریٔ حرمین طیبین سے قبل میں کہا کرتا تھا کہ میری زندگی کا سب سے قیمتی وقت زمانۂ طالب علمی کا نو سالہ دور ہے، جو اجمیر مقدس بارگاہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی کفش برداری میں گزرا، لیکن اب میں کہتا ہوں کہ میری زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی اور پر کیف وقت وہ گیارہ روز ہیں جو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے ایام ہیں، وہ بارگاہ عالی کہ جہاں رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے، جس کے لئے فرمان شاہی ہے۔ مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۷)

اساتذۂ حافظ ملت

ابتدائی تعلیم :- فارسی جناب مولوی عبدالمجید صاحب بھوجپوری سے پڑھی، اور پیپل سانہ میں جناب مولوی حکیم مبارک اللہ صاحب اور جناب حافظ حکیم نور بخش صاحب سے پڑھی، میزان منشعب، نحومیر، صرف میر حکیم محمد شریف صاحب سے مراد آباد جاکر پڑھی اور جامعہ نعیمیہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز خاں صاحب فتح پوری، حضرت مولانا اجمل شاہ صاحب سنبھلی، حضرت مولانا محمد یونس صاحب سنبھلی، حضرت مولانا وصی احمد صاحب سہسرامی، اساتذہ کرام ہیں، اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ قبلہ مولانا شاہ محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمہ حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب افغانی، حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی، حضرت مولانا حافظ سید حامد حسین صاحب علیہ الرحمۃ اجمیری اساتذہ کرام ہیں۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۶۹، ۷۰)

استاذ کی اتباع

فرمایا — میں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے سب کچھ حاصل کیا، یہاں تک کہ کھانا، پینا اور چلنا بھی میں نے حضرت سے سیکھا، مزید ارشاد فرمایا۔

میں بہت گرم چائے اس لئے پیتا ہوں کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت گرم چائے پیتے تھے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۳۱۹، از عبدالحکیم عزیزی بنارس)

بیعت اور خلافت واجازت

فرمایا :- زمانۂ طالب علمی میں حضرت شیخ المشائخ مولانا سید شاہ علی حسین قبلہ علیہ الرحمۃ (کچھوچھوی) اجمیر شریف تشریف لائے، اس وقت حضرت کی غلامی میں داخل ہوا، حضرت ممدوح مبارکپور

تشریف لائے، میں حاضر خدمت ہوا مجھے خلافت عطا فرمائی، میں نے عرض کیا حضور میں اس قابل نہیں ہوں، فرمایا، "داد حق را شرط قابلیت نیست" حضرت بڑے ہی کریم النفس تھے، بڑی شفقت فرماتے تھے، حضرت صدر الشریعہ قبلہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے بھی قادری رضوی نسبت حاصل ہوئی۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو بریلی میں خلافت عطا فرمائی۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۳)

علم اور عمل ایک مرتبہ فرمایا، ایک روز ایسا بھی آیا کہ ایک باسی روٹی رکھی تھی، مغرب بعد لے کر ہم کھانے بیٹھے فقیر نے دروازہ پر آواز دی، ہم نے آدھی اسے دیدی، آدھی خود کھائی کیوں کہ ہم نے پڑھا تھا۔

نیم نانے گر خورد مرد خدا
بذل درویشاں کند نیم دگر[1]

ہم نے خیال کیا کہ اگر اس پر عمل ہم نہ کریں گے تو کون کرے گا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۳۵ از مولانا حکیم عبد الغفور صاحب برادر خرد صاحب ملفوظ)

زہد اور تقویٰ ایام مرض میں شاہزادۂ گرامی وقار (مولانا عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ) سے فرمایا لوگ الاؤنس کے لیئے مجھ سے اسرار کرکے کامیاب نہیں ہوسکے، لیکن تم خیال رکھنا کہیں تم کو کچھ نہ دیدیں۔

(حافظ ملت نمبر ص ۱۷۴- اشرفیہ - از علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب شیخ الحدیث)

بڑھاپے میں دیہات کا سفر ایک مرتبہ حضرت کو علالت کے عالم میں جبکہ

---

[1] گلستان سعدی ص ۲۲، باب اوّل، سب رنگ کتاب گھر دہلی۔

بڑھاپا بھی آچکا تھا، ایک دیہات میں جلسے کی دعوت دی گئی اور وہ دیہات راستے کے لحاظ سے بڑا پریشان کن اور وقت طلب تھا، حضرت کئی مرتبہ وہاں جاکر اس کی صعوبتوں کو برداشت کر چکے تھے۔ فرمایا۔

اب لوگوں کو چاہیئے کہ مجھ پر رحم کریں اور ایسے پریشان کن دیہاتوں میں مجھے نہ لے جائیں، ورنہ میں وقت سے پہلے بیکار ہو جاؤں گا، حدیث میں ایسے بڑھاپے سے پناہ مانگی گئی ہے جس میں آدمی بیکار ہو جائے، ارشاد رسالت ہے۔ اللّٰھُمَّ انی اعوذ بك من الھرم الخ اور ہرم ایسے ہی بڑھاپے کو کہتے ہیں، لیکن اگر لوگ مجھ کو چھوڑیں گے نہیں، ایسے ہی پریشان کرتے رہیں گے۔ تو میں اس بڑھاپے سے دو چار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور تقریر کے لیے تو کوئی بھی تقریر کر سکتا ہے، آج ہمارے پاس مقررین کی کمی نہیں ہے، مقرر تو اتنے ہیں کہ ضرورت سے زیادہ اور حقیقت تو یہ ہے کہ تقریر سب سے آسان ہے۔ پھر اس سے مشکل تدریس، پھر اس سے مشکل تصنیف، میں تو طالب علمی کے زمانے میں تقریر کرتا تھا۔ اور جس موضوع پر کہا جاتا تقریر کرتا۔ میری جوانی کا تو یہ عالم تھا کہ تقریر میں اگر پچاس ساٹھ ہزار سامعین ہوتے تو میری آواز سب تک یکساں پہنچتی، اور لاؤڈ اسپیکر کی تو اس وقت ایجاد بھی نہ تھی، ایک مرتبہ مجھکو دعائے قنوت پر تقریر کرنے کو کہا گیا تو میں نے دو گھنٹہ صرف دعائے قنوت پر تقریر کی اور نہایت جامع تقریر۔

(قلمی یادداشت۔ از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

آنکھ کا آپریشن اور دلائل الخیرات

ذی قعدہ ۹۵ھ میں جب حضرت کی آنکھ کا بھرا پنے میں آپریشن ہوا تو واپسی پر ایک روز بقرعید کے بعد میں اور مولانا افتخار احمد صاحب عیادت کے لیے حاضر ہوئے اتفاق سے حضرت شمس العلماء

(مولانا شمس الدین جونپوری) پہلے ہی سے تشریف فرما تھے، اسوقت حضرت نے فرمایا۔
آپریشن الحمدللہ بہت اچھی طرح ہوگیا۔ اور ڈاکٹر نے بہت ہی خیال کیا۔ ڈاکٹر سکھ تھا۔ جب آپریشن ہوگیا تو میں نے اس کو سو روپے دیئے۔ مگر اس نے قطعاً لینے سے انکار کردیا اور کہا میں بھی بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آج ایک بزرگ کا آپریشن کیا ہے۔ بس دعاؤں کی ضرورت ہے (اس کے چند روز بعد تمام مدرسین ایک درخواست لے کر حاضر خدمت ہوئے، اتفاق سے میں بھی ساتھ تھا اس وقت حضرت نے فرمایا) بڑا نازک آپریشن ہے اور بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، حد یہ کہ ایک ہفتہ بیٹھنے کی بھی اجازت نہیں، صرف چت لیٹنے کی تاکید ہے۔ اور میں اس کا عادی نہیں، عادت کے خلاف کوئی کام بہت دشوار ہوتا ہے، بہرحال اب خدا نے وہ دن گزار دیا اس کا کرم ہے، اور اس کی مشیت ہے، ایام علالت میں دلائل الخیرات شریف پڑھ نہیں سکتا تھا، البتہ سن لیتا تھا، آج اتفاق سے کوئی نہیں تھا۔ تو میں نے خود ہی پڑھا، اللہ کا فضل ہے کہ کسی طرح پڑھ لے گیا۔ اس لئے کہ احب الاعمال الی اللہ ادومہا۔ یعنی خدا کے نزدیک وہ عمل زیادہ پسند ہے۔ جو ہمیشہ ہوتا رہے، یہ نہیں کہ کبھی کیا، اور کبھی چھوڑ دیا، جو بھی نیک کام شروع کیا جائے اس کو ہمیشہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ (قلمی یادداشت از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی)

میری سب سے بڑی تمنّا

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:۔
میری سب سے بڑی تمنا رضائے الٰہی و رضائے رسول ہے۔ نماز میں درود شریف کے بعد پڑھنے کی مجھے بڑی بڑی دعائیں یاد ہیں، لیکن میں یہ مختصر دعا پڑھتا ہوں:۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ [1]

---

[1] - پ۲ ع ۹، بقرہ، ترجمہ - اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے، اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ (کنز الایمان)

حسنہ کے بہت معنی ہیں، میں حسنہ سے رضائے الٰہی و رضائے رسول مراد لیتا ہوں، میرے نزدیک رضائے الٰہی و رضائے رسول کے سامنے جنت پیچ ہے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۷)

توکل اور استغنا

ارشاد فرمایا۔ میں نے کبھی اضافۂ تنخواہ کی درخواست نہیں دی، جو ملا لے لیا، اور اب تو کئی سال سے بلا تنخواہ ہی کام کر رہا ہوں پھر بھی، اللہ کا فضل ہے کہ مجھ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور سارا کام بدستور چل رہا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ خدا کا وعدہ ہے، اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ[1] اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۰۱) از مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی، رکن المجمع الاسلامی مبارک پور)

نماز تہجد

مولانا نصیر الدین صاحب جناب قاری عبد الحکیم (سابق شیخ التجوید دار العلوم اشرفیہ) کی نسبت سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رات کا وقت تھا، ہر متنفس اپنے آرام کی فکر کر رہا تھا، مگر ایک وارفتہ جگر درویش کو اپنے آقا سے محو راز و نیاز ہونے کا موقع اب میسر آیا تھا، قاری صاحب بے قدم حجرہ شریف میں داخل ہوئے، سلام و نیاز کی آواز سن کر امام العرفا حضرت حافظ ملت عالم مشغولیت سے عالم توجہ میں آ گئے، اور محبت و شفقت کے ساتھ قاری صاحب کو اپنے ساتھ بیٹھایا معمول کے مطابق خیریت دریافت کی اور ارشاد فرمایا۔

قاری صاحب! دل کا وہ آبگینہ بڑا قیمتی ہوتا ہے، جو داغِ عشق

---

[1] پ ۲۶ ع ۵، سورۂ محمد۔

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منور ہو جاتا ہے - بلاشبہ نماز تہجد معراج عشق و محبت کا زینہ ہے، رکعتوں کے تعین میں شہنشاہ قلوب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں متعدد ہیں، مگر بزرگوں کے معمول سے آٹھ کو ترجیح حاصل ہے، یہی میرا بھی معمول ہے -

راوی فرماتے ہیں کہ بغیر درخواست کیئے جواب سن کر قاری صاحب حیرت واستعجاب میں ڈوب گئے، بارگاہ عز بزی سے جب باہر تشریف لائے تو حیرت و شادمانی کا امتزاج قابل دید تھا -

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۵۷ھ - تحریر مولانا نصیر الدین صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

نماز نصف شعبان

شب برأت ۱۳۹۶ھ میں اختلاف رہا بعض اضلاع میں ۲۹ رجب کو ہلال شعبان کی روایت ہو گئی تھی، لیکن جمشید پور میں کوئی شرعی ثبوت نہ ملنے کے باعث ۳۰ کے حساب سے شب برأت تھی -

حافظ ملت نے پندرہویں شعبان کے اجلاس (منعقدہ جمشید پور) میں شب برأت کی فضیلت پر تقریر فرمائی - اور اس میں حاشیہ جلالین للعلامہ احمد الصاوی المالکی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی -

من صلی فیھا مائۃ رکعۃ ارسل اللہ تعالیٰ الیہ مائۃ ملک ثلاثون یبشرونہ بالجنۃ، وثلاثون یومنونہ من عذاب النار، وثلاثون یدفعون عنہ آفات الدنیا وعشرۃ یدفعون عنہ مکاید الشیطان (صاوی سورہ دخان پ ۲۵)

جس نے اس شب میں سو رکعت نماز پڑھی، خدا تعالیٰ اس کے پاس سو فرشتے بھیجتا ہے، تیس اسے جنت کا مژدہ سناتے ہیں

تیس اسے عذاب دوزخ سے مامون رکھتے ہیں، تیس آفات دنیا
سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، اور دس فرشتے شیطان کے مکر وفریب
اس سے دور کرتے ہیں۔

حافظ ملت نے فرمایا۔ ان عظیم فوائد کے پیش نظر شب برأت میں نماز پڑھ لینی چاہیئے، سو رکعت پڑھنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی، بس ڈیڑھ گھنٹہ لگتا ہے میں اس نماز کا پابند ہوں، امسال شب برأت میں اختلاف رہا۔ تو میں نے کل بھی سو رکعتیں پڑھیں اور آج بھی پڑھیں۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ۱۸۲ - ۱۸۳ - از مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)

اتباع سنت

مولانا عبدالحلیم نوری بھیروی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں خدمت میں حاضر ہوا، حافظ نثار احمد صاحب مدرس مدرسہ ضیاء العلوم خیرآباد بھی حاضر تھے ایک شخص نے عرض کیا حضور! مخالفین آپ کو دشنام دے رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا الحمدللہ میں سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر عامل ہوں پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا مجھے اس وقت بڑی خوشی ہوتی ہے جب کوئی میری بدگوئی کرتا ہے اور میں خاموش رہتا ہوں، کیوں کہ میرے رسول کی سنت ہے کہ لوگ ان کو برا کہتے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی کو برا نہیں کہا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ۱۴۵ از مولانا عبدالحلیم بھیروی)

میں پیشہ ور پیر نہیں

استاذی الکریم حضرت مولانا محمد احمد مصباحی شیخ الادب والتفسیر بیان فرماتے ہیں۔

بہار کے کوٹام نامی ایک مقام پر بعض مخلصین نے اجلاس میں حافظ ملت سے مرید ہونے کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا اس وقت حافظ ملت اپنی تقریر ختم کر کے

قیام گاہ تشریف لے جا رہے تھے - یہ آواز سنی تو راستہ سے واپس ہوئے اور مائک پر آکر بڑے غصہ میں ارشاد فرمایا کہ -

میں کوئی پیشہ ور پیر نہیں نہ ہی اپنی پیری مریدی کے لئے اس طرح کی اپیل پسند کرتا ہوں، یہ میرا کوئی کاروبار نہیں ، میرے لئے اس طرح کا اعلان ہرگز نہیں ہونا چاہیئے -

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۵۲۵ ، ۵۲۶ ، حاشیہ پر -
تحریر مولانا احمد القادری مصباحی برادر خورد مولانا محمد احمد مصباحی)

حج وزیارت بغیر فوٹو

جس دور میں آپ کے عشق مصطفٰے کا دریا موجزن تھا، محبت کی لگن تیز تر تھی، اشرفیہ کے نیاز مندوں نے درخواست کی حضور ! اب اس پاک سرزمین کے لئے آپ بھی عزم سفر کیجیئے ، آپ نے جواب دیا -

سرکار کی بارگاہ میں ان کے احکام کی خلاف ورزی کر کے جانا میرے بس کی بات نہیں، اگر انھیں بلانا ہے تو کوئی جائز و مستحسن سبیل پیدا فرما دیں گے پھر حاضر ہو جاؤں گا سر کے بل ،

یعنی فوٹو کھینچوا کر حج کے لئے جانا مجھے پسند نہیں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم تصویر کی مذمت میں ارشاد فرماتے ہیں -

اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ (بخاری و مسلم)

ان تصاویر والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا
کہا جائے گا کہ تم نے بنایا ، اس میں جان ڈالو -

کتب احادیث میں جاندار کی تصویر کی بہت مذمتیں آئی ہیں -

انھیں حدیثوں سے استنباط کرتے ہوئے علمار اسلام نے اس کی حرمت کے احکام بیان فرمائے ہیں، حضرت ملاعلی قاری " مرقاۃ" میں فرماتے ہیں۔

قَالَ اَصْحَابُنَا وَغَیرُھُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ تَصْوِیرُ صُورَۃِ الْحَیوَانِ حَرَامٌ شَدِیدُ التَّحْرِیمِ وَھُوَ مِنَ الْکَبَائِرِ لِاَنَّہٗ تَتَوَعَّدُ عَلَیہِ بِھٰذَا الوَعِیدِ الشَّدِیدِ المَذکُورِ فِی الاَحَادِیثِ (مرقات ج ۴ ص ۴۸۳)

ہمارے اور دیگر علمار نے بیان فرمایا کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے سخت حرام اور یہ گناہ کبیرہ ہے اس لئے کہ اس پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، جو احادیث میں مذکور ہیں،

اگر انھیں بلانا مقصود ہوگا تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر وہ نہ بلائیں تو ساری دنیا کوشش کرڈالے پہونچنا ممکن نہیں۔

لوگوں نے اس قسم کے جوابات پر ایک بار کہا۔ حضور آج پاسپورٹ کے زمانے میں بلا فوٹو حج یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے مشرق کے بجائے مغرب سے سورج کا طلوع ہونا۔ اس جملہ پر حضرت کے چہرے پر جلال محبت کی طغیانی دیکھی گئی تھی، اور آپ نے فرمایا تھا۔

کیا پورب کے بجائے پچھم سے سورج کا نکلنا محال ہے؟ اب تو سب لوگ خاموش ہوگئے۔

آپ نے فرمایا ناممکن و محال نہیں بلکہ ایسا واقعہ ہوچکا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ ایک بار پچھم سے سورج بلند ہوا تھا، کیا یہ بھی کوئی غیر معروف حقیقت ہے کہ مقام صہبا میں حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے زانو پر سر رکھ کر اللہ کے پیارے حبیب سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے اور حضرت علی کی نماز عصر قضا ہو رہی تھی، سورج غروب ہو رہا تھا مگر احترام مصطفےٰ پر شیر خدا نے اپنی نماز نچھاور کر دی اور حضور کے آرام میں ذرہ برابر خلل نہ

آ نے دیا سرکار کی چشم مبارک اس وقت کھلی جب سورج ڈوب چکا تھا، سرکار نے حضرت علی کا اضطراب دیکھا حضور کو جب معلوم ہوا کہ آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی اور سورج ڈوب گیا، تو مالک کونین نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔

الہٰ العالمین علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے
تو ان کے لئے سورج کو لوٹا دے۔

چنانچہ اس روز مشرق کے بجائے مغرب سے سورج ابھرا، بلند ہوا اور نماز عصر کا وقت ہوگیا، تو جس مالک کونین کے اشارہ پر ایک بار مغرب سے سورج نکلا اگر وہ چاہیں تو ایک ہزار مرتبہ اور یہی واقعہ رونما ہو سکتا ہے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ، ص ۲۶۲، ۲۶۳۔ از مولانا بدر القادری مصباحی اعظمی۔)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے اپنے حج و زیارت کے مبارک سفر کے بارے میں جو ارشاد فرمایا اور بغیر فوٹو حج کی منظوری میں جن جن مراحل سے گزرنا پڑا ان کو مولانا محمد اسلم بستوی کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔

انسانی تمناؤں، آرزوؤں کی دنیا بڑی وسیع و عریض ہے، مختلف الخیال لوگوں کی مختلف الانواع آرزوئیں ہوتی ہیں کسی کا مطمح نظر دین ہے، کسی کا دنیا۔ کسی کے دل میں آل واولاد کی خواہش پرورش پاتی ہے، تو کوئی مال و دولت چاہتا ہے کوئی جاہ وحشمت کا طالب ہے، تو کوئی عزت وعظمت کا جویاں، اور ہر ایک اپنے مقصود ومطلوب کے حصول میں کوشاں و سرگرداں ہے۔ مگر ایک مسلمان کے نزدیک سب سے بڑی قلبی آرزو بارگاہ خداوندی، بارگاہ رسالت کی حاضری ہے، ایک مرد مومن کا یہی جذبۂ ایمانی بھی ہونا چاہیئے اور یہی جذبۂ ایمانی مجھے بھی بے چین کر رہا تھا۔ حاضری حرمین طیبین کا والہانہ جذبہ بیتاب کر رہا تھا اور مدت دراز سے یہی دعا کرتا رہتا تھا۔

دکھا دے یاالٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولا تری رحمت برستی ہے

اور کبھی اس طرح دعا کرتا تھا،

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول کا سُرمہ لگائیں ہم

مگر بظاہر میری حاضری سخت مشکل اور انتہائی دشوار تھی، کیوں کہ جب آزادی تھی، تو میں اس قابل نہ تھا۔ اور جب سے استطاعت ہوئی فوٹو لازم کردیا گیا، اس قانونی پابندی سے سخت مجبور تھی، اگرچہ علمارِ کرام و مفتیانِ اسلام نے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیئے فوٹو کے جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن میری سمجھ میں مسئلہ نہیں آیا تھا۔ اس لئے میں بلا فوٹو کے حاضری کا طالب تھا۔ بارگاہِ رسالت میں میری یہی درخواست تھی کہ حضور والا اپنے اس غلام کو بلا فوٹو کے حاضری بارگاہ عالی کا شرف بخشیں۔ سالہا مختلف ذرائع سے اس مقصد کے حصول میں کوشش بھی کی مگر کامیابی نہ ہوسکی، بڑی پریشانی نہایت مایوسی تھی کہ میرے مخدوم زادے حضرت مولانا ضیاء المصطفےٰ صاحب خلف الرشید حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمۃ ایک سال قبل حاضر بارگاہ رسالت ہوئے، ان کے ذریعہ میں نے سرکار کی بارگاہ میں درخواست بھیجی۔ موصوف نے پورے الحاح کے ساتھ درخواست پیش کی یقیناً بارگاہ رسالت میں یہ درخواست قبول ہوگئی، جبھی تو سرکار نے مجھے بغیر فوٹو بلالیا۔

عشق کی بات تھی ہوگئی، ہوگئی
ورنہ میں اور حبیب خدا کا وطن

میری بلا فوٹو حج کی درخواست جو بیکل صاحب نے دی تھی اس کو حکومت ہند نے اس تعلیق کے ساتھ منظور کیا کہ اس درخواست پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، بشرطیکہ حکومت سعودیہ عربیہ اسے منظور کرے اور حکومتِ سعودیہ عربیہ نے یہ درخواست منظور کرکے حکومت ہند کو بھیجی اور حکومتِ ہند نے

بیکل صاحب کو، یہ سرکار کا کرم ہی تھا اور بس۔

مجھے اپنے اس مقصد کی تکمیل میں کس قدر دشواریاں پیش آئیں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس کے بیان کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

بیکل صاحب نے میرے اس خصوص میں کوشش کی تو حالات سے مجھے مطلع کرتے رہے۔ میں نے اس کو صیغۂ راز میں رکھا، میں خوب سمجھتا تھا کہ اگر یہ راز فاش ہوا تو مخالفین نیش زنی کریں گے۔ اور پوری طاقت کے ساتھ رخنہ اندازی کر کے مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے میں نے کسی سے ذکر تک نہیں کیا۔ مگر عجیب اتفاق ہوا کہ بیکل صاحب کا خط دارالعلوم اشرفیہ کے دفتر میں آگیا۔ دفتر میں خط کا آنا تھا، گویا آل انڈیا ریڈیو پر اعلان ہوگیا۔ ہر جگہ خبر پہونچ گئی، سب کو معلوم ہوگیا۔ اب کیا تھا مخالفین تیار ہوگئے، طاقتوں، ریشہ دوانیوں اور منظم سازشوں سے میری مخالفت شروع کردی مبارک پور سے دہلی اور بمبئی تک کی ساری طاقتیں پوری قوتیں خرچ کردیں، خاص مبارک پور کا واقعہ ہے کہ محلہ پورہ صوفی میں ایک قاضی صاحب اپنے دو ہم خیال ساتھیوں کے ساتھ میرے بلا فوٹو حج کا تذکرہ آپس میں کرتے ہوئے جارہے تھے، قاضی صاحب موصوف اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے تھے، میں دیکھوں وہ بلا فوٹو کیسے جاتے ہیں۔ مولوی حنیف ساکن محلہ کٹرہ مبارک پوران کے پیچھے جارہے تھے، انہوں نے سنا اور مجھ سے بیان کیا کہ قاضی صاحب مذکور کی چوں کہ حج کمیٹی اور مغل لائن میں رسائی ہے، انھیں ناز تھا کہ وہ وہاں سے مخالفت میں کامیاب ہو جائیں گے، جبھی تو کہا "میں دیکھوں وہ بلا فوٹو کیسے جاتے ہیں"

میرے بلا فوٹو سفر حج کی اطلاع پورے ہندوستان کے طول و عرض میں تھی، ہندوستان کے باشندے ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی وغیرہ

کثیر التعداد مذاہب کے ہیں۔ سیاسی حیثیت سے کانگریسی، جن سنگھی مہاسبھائی وغیرہ کافی پارٹیوں کے لوگ ہیں۔ مگر نہ کسی ہندو نے میری مخالفت کی نہ کسی عیسائی نے نہ کسی یہودی نے، اسی طرح کسی سیاسی جماعت یا پارٹی نے میری مخالفت نہ کی، بلکہ غیر مسلموں نے تو تائید بھی کی، ہاں میرے حج بیت اللہ کو بغیر فوٹو جانے کی مخالفت کی تو ایک نام نہاد مکتب فکر کے مولویوں نے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن اسی مکتب فکر کے لوگ ہیں جنہوں نے اخیر دم تک پوری قوت سے مجھے روکنا چاہا، اور اس نشہ میں ایسے مدہوش ہوئے کہ مسئلہ شرعیہ کی نوعیت بھی بھول گئے۔

ادائے فریضۂ حج کے لئے علماء کرام نے فوٹو کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس کی وجہ تو صرف یہی ہے کہ حج فرض ہے اور اہم فرض ہے فوٹو اگرچہ حرام ہے لیکن قانونی مجبوری ہے کہ بغیر فوٹو کے حج ادا نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اس مجبوری کی بناء پر ادائے فرض کے لئے فوٹو جائز ہے، لیکن جو شخص اس قانون سے مستثنیٰ کیا جا رہا ہے دونوں حکومتیں بغیر فوٹو کے اجازت دے رہی ہیں تو مجبوری نہیں ہے، اس لئے فوٹو قطعاً بے ضرورت ہے، حرام ہے، اس پر یہ فتویٰ کہاں لاگو ہے۔ مگر اس مکتب فکر کے مولوی لوگ اس کو بھی فوٹو کھنچوانے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور اس سے بلا ضرورت ارتکاب حرام کروا رہے ہیں، ان کی یہ کوشش مسئلہ شرعیہ کے تحت حرام ہے۔ لیکن ان کو حرام و حلال سے کیا بحث "حُبُّكَ الشئ یعمی ویصم" کی بناء پر وہ برابر مخالفت کرتے ہی رہے۔ مجھے جب مخالفین کی کوششوں کی رپورٹ ملتی تھی اور اپنے لوگ مایوس ہوتے تھے، تو میں یہی کہتا تھا کہ مدینے والے سرکار مالک و مختار ہیں وہ جس طرح چاہیں بلائیں کوئی روک نہیں سکتا چنانچہ یہی ہوا ساری قوتیں تمام طاقتیں، میدان مخالفت میں ناکام ہوئیں سرکار نے بلایا میں حاضر ہو گیا۔

بلا فوٹو بلایا، بلا فوٹو حاضر ہوگیا۔

جب حکومت ہند، حکومت حجاز نے میرا اسپیشل کیس بلا فوٹو منظور کرلیا، اور کاغذات مرتب ہوکر میرے پاس آگئے، تو میں نے برادر عزیز مولوی حکیم عبدالغفور صاحب کی درخواست کے ساتھ اپنی درخواست مغل لائن روانہ کی، مغل لائن نے ہماری دونوں درخواستوں کو نامنظور کرکے کینسل کردیا۔ اور مجھے واپس بھیجدیا۔ یہ خیال ہوا کہ جس طرح دوسرے حجاج کی درخواستیں نامنظور ہوکر واپس ہوئی ہیں ویسے ہی ہماری درخواست بھی نامنظور ہوئی ہوگی، سیٹوں کا انتظام نہ ہوسکا ہوگا۔ اسلئے درخواست کینسل کردی گئی۔

اس پر بیگل صاحب نے دہلی سے کوشش کی تو حکومت ہند نے اپنی مخصوص سیٹوں میں سے مظفری جہاز میں ہمیں سیٹ دیدیں، اس منظوری کے ساتھ ہم نے پھر مغل لائن کو درخواست بھیجی، بھائی صاحب کی درخواست فوٹو کے ساتھ میری درخواست بلا فوٹو تھی۔

اس مرتبہ مغل لائن نے میری درخواست پھر کینسل کرکے واپس کردی اور اس پر لکھ دیا کہ آپ فوٹو بھیجئے تب درخواست منظور ہوگی، مغل لائن کا یہ جواب مخالفین کی بھرپور کوششوں کا نتیجہ تھا۔ (قاضی صاحب مبارک پوری تو پہلے ہی کہہ چکے تھے، میں دیکھوں وہ بلا فوٹو کیسے جاتے ہیں) میں نے مغل لائن کو اس کا کوئی جواب نہیں دیا، البتہ بیگل انساری صاحب کو لکھ دیا کہ مغل لائن نے فوٹو طلب کیا۔ اس کے جواب میں بیگل صاحب نے مجھے لکھا کہ میں بمبئی جارہا ہوں مغل لائن سے فیصلہ کن گفتگو کروں گا۔ بیگل صاحب بمبئی پہنچے اور مغل لائن کے کارکنوں سے مطالبہ کیا۔ کہ جب حکومت ہند نے بلا فوٹو درخواست منظور کی ہے تو آپ کو فوٹو طلب کرنے کا کیا حق ہے؟ آپ کس قانون سے فوٹو مانگتے ہیں، آپ نے درخواست کینسل کرکے کیوں واپس کردی، آپ کو صرف جہاز کی سیٹوں کا اختیار

ہے، اور وہ بھی اپنی سیٹوں کا، حکومت ہند نے جب مخصوص سیٹیں دی ہیں۔ تو آپ رد کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ — تب مغل لائن کا دفتر مجبور ہوا میرا پاسپورٹ مکمل کر کے بیگلؔ صاحب کو دیدیا۔ بیگلؔ صاحب نے بذریعہ رجسٹری میرے نام روانہ کر دیا۔ وصول ہوگیا۔ بات ختم ہو گئی، اطمینان ہوگیا۔

اعلان کے بموجب جہاز کی روانگی سے پانچ روز قبل ہم بمبئی پہنچے بیگلؔ صاحب میرا پاسپورٹ بلا فوٹو لے کر حکومت سعودیہ کے سفیر کے پاس ویزا کے لئے پہنچے۔ اس نے پاسپورٹ دیکھا کہ بلا فوٹو ہے۔ بلا فوٹو منظوری کے کاغذات ہم رشتہ تھے، ویزا دینے سے انکار نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ آپ کل آیئے میں ویزا دیدوں گا، دوسرے روز پہنچے تو تیسرے روز پر ٹالا، تیسرے روز پہنچے تو چوتھے روز پر ٹالا اسی طرح ٹالتا رہا یہاں تک کہ جہاز کی روانگی میں چند گھنٹے باقی رہ گئے، تو ویزا دینے سے انکار کر دیا کہ میں بلا فوٹو کے ویزا نہیں دوں گا، پوری دنیا میں یہی ایک شخص ہیں جو فوٹو کو حرام کہتے ہیں، ساری دنیا فوٹو کے ساتھ حج کے لئے آرہی ہے۔ حج کے لئے فوٹو جائز ہے، بیگلؔ صاحب نے جواب دیا کہ حکومت ہند و حکومت سعودیہ نے بلا فوٹو اسپیشل کیس منظور کیا ہے۔ یہ کاغذات موجود ہیں، سفیر نے کہا میں کاغذات نہیں دیکھتا، مجھے اوپر سے آرڈر نہیں جب تک اوپر سے آرڈر نہیں ہوگا، میں ویزا نہیں دوں گا، یعنی سفیر حکومت سعودیہ جس کا ہیڈ کوارٹر دہلی ہے اس کا یہ بمبئی میں نائب ہے۔ اس کا آرڈر مانگتا ہے۔ اب مظفری جہاز کی روانگی میں چار گھنٹے باقی ہیں یہی آخری جہاز ہے حجاج کرام جہاز پر سوار ہو چکے ہیں۔ میرے لئے یہ رکاوٹ ہے کہ میں بلا فوٹو نہیں جا سکتا، اور میں فوٹو کھینچوا نہیں سکتا یہ ایسی مایوسی کا وقت تھا۔ کہ کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی، اپنے لوگ بیحد پریشان تھے، نہایت مایوس تھے۔ اور کسی کی جرأت تو نہیں ہو سکی مگر حاجی حفیظ اللہ صاحب کلکتہ والے جو بمبئی میری ملاقات کو آئے

تھے، انہوں نے مجھ سے دبے لہجے میں کہا حضور اب تو فوٹو کھنچوا لینا چاہیئے بڑی مجبوری ہے میں نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنے رب کو یاد کیا اور اس کے حبیب اکرم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں عرض کیا۔

یارسول اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا
یاحَبِیبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِی فِی بَحْرِ هَمٍّ مُغْرَق
خُذْ یَدِی سَهِّلْ لَنَا اَشْکَالَنَا

سرکار اکرم مختار کل کا وہ کرم ہوا کہ چند ہی منٹ میں وہ عقدۂ لاینحل حل ہوگیا کہ سفیر حجاز نے بلا فوٹو ہی ویزا دیدیا، ایک گھنٹہ کے اندر ہی بیکل صاحب ویزا لے کر میری قیام گاہ پر آ گئے، اس وقت بیکل صاحب کی عجیب کیفیت تھی۔ اس قدر متاثر تھے کہ جس کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں۔ اس وقت حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نیاز کی گئی والہانہ جذبات عقیدت سے قیام وصلوٰۃ وسلام بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا اس عقدہ کشائی کی ظاہری صورت یہ ہوئی کہ جب سفیر حجاز نے آخری انکاری جواب دیا۔ تو عین اسی موقع پر مان سنگھ صاحب جو محکمہ پاسپورٹ کے بڑے آفیسر تھے پہنچ گئے۔ موصوف بیکل صاحب کے ملاقاتی ہیں انہوں نے دریافت کیا کہ دونوں حکومتوں نے بلا فوٹو منظور کر لیا ہے۔ آپ ویزا دیجئے سفیر نے وہی جواب دیا مجھے اوپر سے آرڈر نہیں ہے۔ جب اوپر سے آرڈر نہیں ملے گا میں ویزا نہیں دوں گا یہ سن کر مان سنگھ صاحب فون پہ بیٹھے پانچ منٹ میں بمبئی سے دہلی فون مل گیا۔ اور عجیب اتفاق جس سے گفتگو کرنی تھی وہ اس وقت فون پر موجود تھے۔ مان سنگھ صاحب نے بتایا کہ شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کو آپ کی حکومت نے بلا فوٹو اجازت دی ہے کاغذات موجود ہیں مگر آپ کا

نائب ویزا نہیں دیتا تو دہلی والے سفیر نے بمبئی والے سفیر کو فون کیا کہ ویزا دے اس پر بھی اس بمبئی والے سفیر نے دہلی والے سفیر کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے پندرہ بیس منٹ گفتگو کی کہ بلا فوٹو ویزا دینے میں بین الاقوامی قانون کی مخالفت ہے۔ لہٰذا بلا فوٹو اجازت نہیں دینا چاہیئے۔ ساری دنیا کے علماء ومشائخ عوام وخواص سب فوٹو کے ساتھ حج کر رہے ہیں حج کے لئے فوٹو جائز ہے، ان سے بھی فوٹو لیا جائے، ایک شخص کو فوٹو سے مستثنیٰ کرنے میں حکومت کی سبکی ہے، تب دہلی والے سفیر نے بمبئی والے سفیر کو ڈانٹا اور کہا کہ حکومت کی سبکی اجازت دینے میں نہیں ہے بلکہ حکومت کی سبکی اس میں ہے کہ پہلے حکومت بلا فوٹو منظور کر چکی ہے اور اب اپنی منظوری کو رد کرے، لہٰذا ویزا دو، تب اس بمبئی والے سفیر نے ویزا دیا۔

فللہ الحمد والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ المصطفیٰ۔

یہ امر ضرور قابل غور ہے کہ بمبئی والے سفیر نے پہلے دن بلا فوٹو ویزا دینے سے انکار نہیں کیا نہ دوسرے دن، نہ تیسرے دن نہ چوتھے دن بلکہ ٹلاتے ٹالتے اخیر وقت تک لے گیا۔ تب انکار کیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سفیر کی ذاتی رائے نہیں تھی، ورنہ پہلے ہی روز فوٹو طلب کرتے، بلا فوٹو ویزا دینے سے انکار کرتے، پہلے سے ویزا کا وعدہ کرتے چلے آئے اور عین وقت روانگی انکار کر دیا۔

یہ تمام کارروائی مخالفین کی سازش اور اسکیم کے تحت تھی، معلوم نہیں کن اثرات سے سفیر حجاز کو اپنایا اور تیار کیا تھا سوچا یہ تھا کہ عین وقت پر کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکے گی۔ مجبوراً فوٹو کھنچوانا ہی پڑے گا، یا سفر ملتوی کریں، کیوں کہ اس کے بعد کوئی جہاز بھی نہیں ہے۔ مگر ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مختار دو عالم مالک کونین حضور پر نور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم جب بلا فوٹو بلائیں تو کوئی طاقت روک نہیں سکتی، چنانچہ یہی ہوا سرکار نے مجھے بلایا۔ میں حاضر ہوگیا، اللہ عز وجل اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجھ پر وہ احسان عظیم ہے کہ پوری عمر اس کا شکریہ ادا کروں تو یکے از ہزار بھی ممکن نہیں۔ فلہ الحمد والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ المصطفیٰ۔

میرے اس سفر میں سرکار کی بندہ نوازی کا کیا اندازہ کیا جائے میں نے جو درخواست کی منظور فرمائی، جو مانگا وہ عطا فرمایا۔ میں نے بلا فوٹو حاضری طلب کی عطا فرمائی۔ آخری جہاز مظفری طلب کیا وہی دیا اس میں میری مصلحت یہ تھی کہ ابتدائی سال ہے، ماہ شوال اور ذوالقعدہ کا کچھ وقت مل جائے تو دارالعلوم اشرفیہ کا تعلیمی نظام درست کردوں۔ کام جمادوں تاکہ میرے جانے کے بعد کام بحالہ جاری رہے، چنانچہ بحسن وخوبی تعلیم جاری ہوئی، اور اسی نہج پر جاری رہی۔ واپسی میں بھی وہی مظفری جہاز عطا فرمایا، حج کے بعد میں نے مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت نہیں کی۔ بلکہ عرض کیا سرکار! جلد مدینہ طیبہ بلائیے تو جلد ہی بلالیا۔ اور گیارہ روز حاضری کا شرف بخشا بارہویں روز واپس کردیا۔ پندرہ اپریل شام کو جدہ پہونچے ۱۶ را پریل صبح کو بمبئی کے لئے مظفری جہاز پر سوار ہوگئے، صرف ایک ماہ حرمین طیبین کی حاضری رہی، ۱۶ رمارچ بذریعۂ مظفری جہاز حج سے دو روز قبل جدہ پہونچے اور ۱۶ را پریل کو اسی مظفری جہاز سے واپس ہوگئے۔ آمد و رفت کا پورا سفر مبارک پور سے جانا اور واپس مبارک پور آنا آغوش رحمت ہی میں رہا، کسی جگہ کسی مقام پر کوئی تکلیف نہیں ہوئی، نہ ریل میں نہ جہاز میں نہ اس کے بعد، آمد و رفت کا پورا سفر سفر معلوم ہی نہیں ہوا، ہر جگہ نہایت ہی راحت و آرام سے رکھا شاہی مہمان کی حیثیت عطا فرمائی، یہ سب سرکار کی بندہ نوازی ہے، جس کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۷۰ تا ۲۷۶، از مولانا اسلم بستوی انوار القرآن، بلرام پور)

روانگیٔ حج کے وقت مبارکپور والوں سے خطاب

اپنے عقیدتمندوں کے دوش پر جب

مبارک پور کی آبادی سے باہر تشریف لائے تو مندرجہ ذیل خطاب فرمایا۔

عزیزان گرامی! اللہ عزوجل اور اس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری کے لئے جا رہا ہوں، حکومت ہند حکومت حجاز نے میرا اسپیشل کیس بلا فوٹو منظور کر لیا ہے۔

یہ میرے رب کا احسان عظیم ہے کہ مجھے قباحت شرعیہ سے بچا دیا اور بلا فوٹو حج و زیارت کی اجازت دیدی، فللہ الحمد والمنۃ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ حبیبہ المصطفیٰ۔

عزیزان گرامی! یہ وہ منزل ہے جس میں صرف جانا ہے اور جانے ہی کے لئے جانا ہے، یہ وہ سفر ہے جس میں واپسی کا ارادہ نہیں کیا جاتا مجھ سے بہت سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کب تک واپس آئیں گے۔ میں نے جواب یہی دیا زندگی کے ہر سفر میں پہلے ہی سے میں واپسی کا وقت متعین کرتا تھا، اگر اس سفر میں بھی واپسی متعین کر دوں تو ساری زندگی دوسرے سفر اور سفر حجاز میں کیا فرق ہوگا، لہذا مجھے جانا ہے، اور صرف جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مختار ہیں وہ جو چاہیں کریں مجھے صرف جانا ہے۔ اور صاف ہو کر جانا ہے۔ میں ایک گنہ گار انسان ہوں مبارک پور کے طویل دوران قیام میں ہو سکتا ہے کہ کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف و اذیت پہنچی ہو، میں اس کی معافی چاہتا ہوں للہ معاف کر دیں، میں اپنی طرف سے معاف کر چکا۔ حاجی محمد عمر صاحب (سابق ناظم) نے بھی صفائی کر لی اب میرے اور ان کے درمیان کوئی خلش باقی نہیں، حاجی صاحب کے لئے دعا رخیر کرتا ہوں، خداوند کریم ان کو صحت سے تندرست کر دے۔ آمین۔

برادران اسلام ! میری زندگی کا اہم مقصد دارالعلوم اشرفیہ ہے میں نے اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیا ہے، ۳۵ سالہ زندگی کا بڑا قیمتی وقت اس کی خدمت میں صرف کیا ہے، آپ حضرات کی مخلصانہ خدمات اور بےمثال قربانیوں سے یہ دارالعلوم اس منزل پر پہنچا کہ اپنی خصوصیات میں امتیازی شان رکھتا ہے، پورے ہندوستان پر اس کی خدمات کا سکہ ہے، ملک کے طول و عرض سے خراج تحسین وصول کرتا ہے۔ یہ مذہب و ملت کا قلعہ ہے، بڑی وزنی اور شان دار درسگاہ ہے، اب یہ خادم جا رہا ہے آپ کے اشرفیہ کو آپ کے سپرد کرتا ہے، آپ اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیں۔ اور اپنی زریں خدمات سے ہمیشہ اس کی آبیاری کرتے رہیں پورا خیال رکھیں کہ اشرفیہ کے کسی شعبہ میں تنزل و انحطاط نہ ہونے پائے، بلکہ آپ کی خدمات سے یہ آگے بڑھتا رہے خداوند کریم آپ حضرات کو جزائے خیر دے، شاد و آباد رکھے۔ آمین۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۷۷، ۲۷۸، از مولانا اسلم بستوی انوارالقرآن بلرامپور)

خاک در رسول کا سرمہ

مدینہ طیبہ جب حاضر ہوئے تو مسجد نبوی میں باب جبریل کے قریب بڑی مشکل سے کچھ گرد پاک ہاتھ آئی تو انھیں حضرت نے اپنی آنکھوں میں لگایا۔ اور اس کی توجیہ یہ بیان فرمائی کہ یہ دن نصیب ہونے سے پہلے میں دعا میں یہ شعر بھی پڑھا کرتا تھا ؎

وہ دن خدا کرے کہ مدینے کو جائیں ہم
خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

لہٰذا مدینہ طیبہ پہنچ کر میں نے اپنی یہ آرزو تو پوری ہی کر لی اور اس کی تصدیق بھی ہو گئی کہ میرا مذکورہ بالا شعر دعا میں پڑھنا محض

شاعری نہ تھا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۹۴، ۲۹۵ - روایت حضرت مولانا نصیر الدین صاحب، ناقل مولانا اسلم بستوی، انوار القرآن بلرام پور)

جانشین کا انتخاب

شدید علالت کے دوران خیر خواہوں اور جاں نثاروں نے صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب (موجودہ سربراہ جامعہ) کے متعلق جانشین نامزد کرنے پر پیہم اصرار کیا اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ۔

اگر وہ اس منصب کے لائق ہوں گے، ان کی ذات میں ایسے وصاف و محاسن پیدا ہو جائیں گے جو اس عہدۂ جلیلہ کے لئے درکار ہے تو طالبان رشد و ہدایت خود ہی ان کی جانب متوجہ ہو جائیں گے۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۱۰ از جناب ڈاکٹر شکیل گھوسوی)

عربی یونیورسٹی کا تصور

میں نے دار العلوم اشرفیہ کو ترقی کی منزل پر پہنچانے کے لئے "الجامعۃ الاشرفیہ" قائم کیا، اشتہار میں احباب نے بلا میری رائے کے اس کا ترجمہ بریکٹ میں عربی یونیورسٹی کر دیا نہ میں نے یونیورسٹی قائم کی، نہ کر سکتا ہوں الجامعۃ الاشرفیہ سے میرا مقصد درس نظامی کے منتہی طلبہ کو ہندی، انگریزی، عربی زبان کا صاحب قلم و صاحب لسان، بنانا ہے، تاکہ وہ ہندو بیرون ہند مذہب حق اہل سنت کی اشاعت کر سکیں، خیال تو بہت زمانہ سے تھا، لیکن ہر کام کا وقت ہے، وقت آیا، ہوا، ہو رہا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۴۷)

اہلِ مبارکپور کی قربانیاں

مسلمانان مبارک پور نے دین متین بالخصوص جامعہ اشرفیہ کے لئے تن من دھن کی بازی لگا کر وہ قربانیاں کی ہیں جو فی زمانہ اپنی مثال آپ ہیں ہندوستان ہی نہیں، پوری دنیا اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کریم ہمارے سلفِ صالحین کو مبارک پور بھیج دیتا ہے، تاکہ سلف صالحین کی دینی خدمات، اور بے مثال قربانیاں جو لوگ کتابوں میں پڑھتے ہیں وہ آنکھوں سے دیکھ لیں، چنانچہ کانفرنس میں اخباری نمائندوں نے ان کے جذبات کا مظاہر دیکھ کر یہ کہا کہ مسلمانوں کے ماضی کے حالات جب ہم کتابوں میں پڑھتے تھے تو افسانہ سمجھتے تھے لیکن ان مسلمانوں کو دیکھ کر اس کا یقین ہوا کہ افسانہ نہیں وہ واقعات وحالات نفس الامری حقیقت ہیں، کیوں کہ جب اس دور میں مسلمان ایسی قربانیاں کررہے ہیں تو وہ دور تو اسلام کے شباب کا دور تھا۔"

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۷۴، ۷۵)

اشرفیہ کا مقصد

میں چاہتا ہوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغین سنی علماء ہوں، وہ ہندی، انگریزی، عربی میں صاحب قلم وصاحب لسان ہوں جو اپنے ملک ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مذہب حق اہل سنت کی کماحقہ اشاعت وخدمت کرسکیں، میں الجامعۃ الاشرفیہ کو اسی منزل پر دیکھنا چاہتا ہوں۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۷)

عربی ادب کی تحصیل

مولانا یٰسین اختر مصباحی جو عربی ادب

کے ایک ذی استعداد اور صاحب قلم عالم ہیں، نقل فرماتے ہیں کہ حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے مجھ سے متعدد بار ارشاد فرمایا۔

آپ نہایت محنت و جانفشانی سے اپنے فرائض انجام دیجئے اور کوشش کیجئے، طلبہ کا عربی ذوق زیادہ سے زیادہ بیدار ہو، انشاء اللہ تعالیٰ اشرفیہ کی زبان آئندہ سالوں میں خالص عربی ہوگی، اور اسے ہی ذریعہ تعلیم بنایا جائے گا۔ مختلف علوم و فنون میں سے کسی خاص فن میں تحقیق و تخصص کے درجات قائم کرکے امتیازی و انفرادی قابلیت کے افراد پیدا کرنا ہمارا سب سے اہم مقصد ہے، تاکہ مختلف علوم و فنون میں محققانہ بصیرت رکھنے والے اساتذہ ہماری درس گاہوں کو مل سکیں جس کا سلسلہ اب ختم ہوتا جا رہا ہے، اسی طرح ہم عربی ادب کے ساتھ انگریزی اور سنسکرت دونوں زبانوں میں مہارت رکھنے والے علماء پیدا کریں گے تاکہ اسلامیات کا ذخیرہ تحریر و تقریر ہر دو زبانوں میں منتقل کرلیں۔

(حافظ ملت نمبر ص ۴۰۶ بحوالہ الجامعۃ الاشرفیہ ۱۹۷۳ء ص ۱۴
از مولانا یٰسین اختر مصباحی ایڈیٹر حجاز دہلی)

کام کا جذبہ

آخری ایام میں جب حضرت بیمار تھے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کچھ روز مکمل آرام فرمالیں اور تبلیغی دوروں کو بند کردیں، اگر صحت رہی تو پھر یونیورسٹی کا کام ہو جائے گا، اس شدید نقاہت و علالت کے عالم میں اس جد و جہد کا اثر جسم پر اچھا نہ پڑیگا۔

ارشاد فرمایا ــ میاں! اونچ نیچ ہوش و حواس والے کو سمجھایا جاتا ہے۔ اور میں تو الجامعۃ الاشرفیہ کے لئے عقل و ہوش کی دنیا سے نکل کر جنون کی سرحد میں داخل ہو چکا ہوں۔ اس لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا۔
بلا وجہ آپ لوگ مجھے کام سے روکتے ہیں، اور کہیں جانے نہیں دیتے، بیمار اپنی حالت خود سب سے بہتر جانتا ہے، جب میں خود اپنے کو صحت یاب پا رہا ہوں، تو آپ لوگ کیوں بیمار بیمار کی رٹ لگا رہے ہیں۔
(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۴۰۹ از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی رکن المجمع الاسلامی۔)

اضطراب

اشرفیہ کے سلسلہ میں ان کے بڑھتے ہوئے اضطراب کو دیکھ کر ان کے خدام عرض کرتے، حضور! آپ زیادہ پریشان نہ ہوں، خدائے قدوس آپ کی پر خلوص سعی کو رائیگاں نہ فرمائے گا، اور الجامعۃ الاشرفیہ کا تخیل ایک حقیقت بن کر منصۂ شہود پر ضرور جلوہ گر ہوگا، تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ تمہارا کیا خیال ہے ایسے انسان کے بارے میں جو اپنے ارد گرد کاموں کا انبار دیکھ رہا ہے اور یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ سورج بس غروب ہی ہونے والا ہے۔ کیا وہ کاموں کی کثرت، اور وقت کی قلت دیکھ کر مضطرب نہ ہوگا، اور کیا اس کا اضطراب بجا نہ کہلائے گا۔
(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۳۴۴ - از مولانا قمر الزماں صاحب مصباحی انگلینڈ)

اشرفیہ کی حفاظت و خدمت

اشرفیہ کی حفاظت کے لئے اللہ کی رحمت اور مسلمانوں کا جذبۂ صادق ضروری ہے اور وہی کافی ہے۔
میں نے اپنے کو ہمیشہ دارالعلوم اشرفیہ کا خادم جانا، خدمت ہی اپنا کام ہے، عہدہ اور اختیارات کا استعمال میرے خیال میں نہیں۔
(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۵)

اشرفیہ کی سربراہی

کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اشرفیہ کو اپنی حیات ہی میں ایسے ایثار پسند اور سنجیدہ ذہن لوگوں کو سپرد کردیں جو آپ کے مرتب کردہ قوانین پر اس مشن کو ترقی دیں،؟

اس سوال پر حضرت نے جواب عنایت فرمایا :۔

میری حیات اللہ تعالےٰ کے علم میں ہے، کب تک ہے ؟ میں تو اسی وقت تیار ہوں، قوم نے میرے سر جو بار رکھا ہے اگر قوم آج چاہے تو وہ میری جگہ دوسرے کو مقرر کردے۔ یہ قوم کی امانت ہے، قوم کو اختیار ہے مجھے اختیار نہیں۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۵)

اشرفیہ کی مخالفت

کچھ لوگوں نے اشرفیہ کی مخالفت کیوں کی اس سوال پر فرمایا۔

اس سوال کا جواب وہی لوگ دے سکتے ہیں، موافقت کرنے والا اس کے اسباب خود جانتا ہے مخالفت کرنے والا مخالفت کے اسباب جانے گا۔ دوسرے کو کیا معلوم۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۴)

اشرفیہ کا اشتہار

الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے جشن تاسیس کے زریں موقع پر دار العلوم اشرفیہ میں ابنائے قدیم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انتہائی مؤثر اور رقت انگیز لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ ۔

میں نے آج تک کوئی کاغذی اخبار واشتہار تو نہیں شائع کیا

(حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی، مفتی عبد المنان صاحب اعظمی، علامہ ارشد القادری علامہ ضیاء المصطفٰے قادری، مولانا قمر الزماں اعظمی اور دیگر موجود ممتاز شاگرد و علماء کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔) یہ ہیں اشرفیہ کے وہ زندہ جاوید اخبارات و اشتہارات جنہیں ہم نے بڑے اہتمام کے ساتھ خونِ جگر کی سرخیوں سے شائع کیا ہے۔ کاغذی اخبارات و اشتہارات پڑھ کر ردی کی ٹوکریوں یا گندی نالیوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ یا پھاڑ کر راستو میں بکھیر دیئے جاتے ہیں۔ اور قدموں کے تلے آکر پامال ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ وہ اخبارات و اشتہارات ہیں جو نہ کسی کے پھاڑنے سے پھٹ سکتے ہیں نہ راہوں میں پامال کیے جاسکتے ہیں اور نہ باد و باراں کی یورشوں سے معدوم ہو سکتے ہیں۔

نوٹ کر لو عام کاغذی اخبارات و اشتہارات اپنے عارضی وجود کے ساتھ وقتی افادیت ہی کے حامل ہوتے ہیں، لیکن یہ میرے شائع کردہ اخبارات و اشتہارات تو اپنے قیمتی وجود سے اور پھر اپنے تلامذہ کے تسلسل و توسط سے رہتی دنیا تک خلق خدا کیلئے صحیح معلومات کا ذریعہ اور رشد و ہدایت کا وسیلہ بنے رہیں گے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۲۱۰ - از جناب ڈاکٹر شکیل گھوسوی)

اشرفیہ اور قلمی شعور

الجامعۃ الاشرفیہ کے نصابِ تعلیم میں متعدد کتابیں شامل کرنے اور فرزندانِ اشرفیہ میں قلمی شعور پیدا کرنے کے متعلق جب حضرت حافظ ملت کے سامنے گفتگو ہوتی تو حضرت اپنے درد و کرب کا اظہار فرماتے، اور ساتھ ہی حوصلہ افزائی بھی کرتے، ایک موقع پر جب کہ اس طرح کی گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت نے بڑے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

میرے نزدیک ان سب کا جواب الجامعۃ الاشرفیہ ہے انشاء اللہ کام ہوگا اور اسی سے سب کچھ ہوگا۔

(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۴۴ - از مولانا یٰسین اختر مصباحی ایڈیٹر حجاز جدید دہلی)

چند اور ملفوظات جو بعد میں دستیاب ہوئے

تقریر کا مقصد

ایک میلاد کی مجلس آراستہ تھی، حافظ ملت صدر مجلس تھے مبتدی طلبہ مشقی تقریریں کر رہے تھے، حضرت کا اشارہ پاکر میں (عبد القادری) بھی کھڑا ہوا، اور رٹی رٹائی ایک دس منٹ کی تقریر کر ڈالی، تقریر کا ابتدائیہ کچھ اس طرح تھا۔

نقش نقاش کے وجود پر دلیل، تصویر مصوّر کے وجود پر برہان، اور مصنوع صانع کے وجود پر حجت، ناممکن ہے کہ نقش کو دیکھیں اور نقاش کے وجود کا یقین نہ ہو۔ میلاد شریف ختم ہوا تو حضرت نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔

حافظ ملت!

ایک نواب صاحب کی حکایت ہے، وہ ایک بار اپنی زمینداری کا دورہ کرنے گئے، بہت سے کسان مزدور یہ سن کر کہ نواب صاحب آئے ہیں۔ حاضر ہوئے، نواب صاحب نے ان پڑھ گنوار مزدوروں سے ان کی زبان میں مخاطب ہونے کے بجائے فارسی زبان میں یہ الفاظ گل افشانی کی۔

امسال در کشتِ گندم تقاطر امطار شد کہ نہ شد و شد تو چنداں شد،

دہقان مزدور نے نواب صاحب کا کلام بلیغ سنا تو باہم یہ کہتے ہوئے ان کے پاس سے چلتے بنے کہ بھیا لوگو چلو نواب صاحب ابھی قرآن پڑھ رہے ہیں۔ وہی حال آپ کا ہے، بھلا بتائیے، اِن لوگوں میں برہان و حجت کو کون سمجھے گا، بات مخاطب کے لحاظ سے کہی جاتی ہے۔

اسی طرح مضامینِ تقریر کے انتخاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

وعظ اور تقریر میں ایسے مضامین ہوں۔ جن سے پہلے خود مقرر کا دل متاثر ہوا ہو، ایسی باتیں، سننے والوں کو بھی متاثر کرتی ہیں۔

انوار حافظ ملت ما ہنامہ اشرفیہ نومبر، دسمبر ۲۳ از مولانا بدر القادری مصباحی۔

چندہ

مذہب و ملت کے روشن مستقبل کی تعمیر کے لئے دست سوال دراز کرتے ہوئے حافظ ملت ہتک عزت نہیں تصور کرتے وہ فرماتے کہ:۔ اپنی عزت کچھ نہیں، اصل عزت دین کی ہے، دین ہی کی جلالت شان سے ہماری شان ہے، وہ عظمت کس کام کی جو دین کی عظمت کے لئے استعمال نہ کی جائے دین کے لئے زبان کھولنے یا ہاتھ پھیلانے سے وقعت گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے۔

انوار حافظ ملت نمبر ماہنامہ اشرفیہ نومبر دسمبر ص ۲۱ از علامہ ارشد القادری مصباحی

تندرستی

ایک مرتبہ حضرت مولانا بدر القادری سے ارشاد فرمایا۔ اپنی صحت اور جسمانی قوت کی طرف خیال کیجئے، دین و دنیا کا ہر کام تندرستی چاہتا ہے، دین کی اچھی خدمت بھی اچھی صحت اور تندرستی پر موقوف ہے اسلئے صحت اور تندرستی کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

انوار حافظ ملت، ماہنامہ اشرفیہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۲۳ از مولانا بدر القادری مصباحی

مختصر سوانح حافظ ملت

زیر نگرانی:۔ زیر نگرانی مولانا محمد عبد المبین نعمانی مہتمم دار العلوم قادریہ

از اختر حسین فیضی استاذ دار العلوم قادریہ چریا کوٹ مئو

بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ
ایک دینی تعلیمی ادارہ
اسلامی علوم وفنون کی عظیم درسگاہ
بیرونی طلبہ بالخصوص یتامیٰ ومساکین کی مستقل قامت گاہ
درس نظامیہ، حفظ وتجوید اور پنجم تک درجات پرائمری کی
بہترین تعلیم گاہ
نونہالان اسلام کی ایک منفرد تربیت گاہ
دینی واصلاحی کتابوں کی اشاعت کا مرکز
جو آپ کے عطیات وصدقات کا بجا طور پر حقدار ہے
(مہتمم) محمد عبد المبین نعمانی قادری
مراسلت وترسیل زر کا پتہ
منیجر دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ مئو، یوپی
۲۷۶۱۲۹